نضر الله امرءً اسمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه






ماهنامہ

# الحدیث

حضرو

شمارہ نمبر 97

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

رمضان ۱۴۳۳ھ اگست ۲۰۱۲ء



- ایک ہی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مختلف اقوال
- سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا (قسط نمبر ۲)
- امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ
- ظہور احمد دیوبندی کا ایک بہت بڑا جھوٹ
- آنکھیں جو ہوں بند تو دن بھی رات ہے!



مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک: پاکستان

# انسان کی پیدائش

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾
اور یقیناً ہم نے انسان کو چُنی ہوئی مٹی کے جوہر اور ست سے پیدا کیا۔ (المومنون:۱۲)

## فقہ القرآن:

۱: امام قتادہ رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: "استلّ آدم من الطین" آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے بنایا گیا۔ (تفسیر ابن جریر ۸/۲۶۵ ح ۲۵۴۸۴ وسندہ صحیح)

۲: سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے ایک مٹھی لے کر اس سے آدم کو پیدا کیا، پس آدم کی اولاد زمین کے حساب سے ہے: ان میں سرخ، سفید، کالے اور ان کے درمیان کے لوگ ہیں۔ کئی نرم مزاج ہیں اور کئی سخت طبیعت والے ہیں، کئی خبیث ہیں اور کئی پاک صاف ہیں۔
(سنن ابی داود: ۴۶۹۳ وسندہ صحیح، سنن الترمذی: ۲۹۵۵ وقال: "حسن صحیح" وصححہ الحاکم ۲/۲۶۱۔۲۶۲ والذہبی)

۳: صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۳۳۱، صحیح مسلم: ۱۵/۱۴۶۸ قبل)
اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر وغیرہ نے فرمایا: اس میں اشارہ ہے کہ حوا (علیہا السلام) آدم (علیہ السلام) کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ (فتح الباری ۶/۳۶۸)

۴: امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی (تابعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورت کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا۔ (تفسیر ابن جریر ۴/۱۵۰، وسندہ حسن)

۵: باقی تمام انسان آدم اور حوا علیہما السلام سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان سے مرد اور عورت پھیلا دیئے۔ (سورۃ النساء:۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم







جلد: 9 | رمضان ۱۴۳۳ھ اگست ۲۰۱۲ء | شمارہ: 8

**معاونین**

حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
ابو جابر عبداللہ دامانوی

**قیمت**

فی شمارہ : 25 روپے
سالانہ : 300 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
400 روپے

**خط و کتابت**

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد
0300-5288783

مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

## اس شمارے میں

# اضواء المصابیح

## أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

۳۱۹) و عن بسرة قالت قال رسول الله ﷺ :

(( **إذا مس أحدكم ذكره ، فليتوضأ .** )) رواه مسلم ، وأحمد ، و أبو داود ، والترمذي ، والنسائي ، وابن ماجه ، والدارمي.

بُسرہ (بنت صفوان رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آلۂ تناسل کو ہاتھ لگائے تو (دوبارہ) وضو کرے۔

اسے مالک (۱/ ۴۲ ح ۸۸، روایۃ ابن القاسم : ۳۰۴ بتحقیقی) احمد (۶/ ۴۰۶۔۴۰۷ ح ۲۷۸۳۶۔۲۷۸۳۸) ابوداود (۱۸۱) ترمذی (۸۲ وصححہ) نسائی (۱/ ۱۰۰ ح ۱۶۳) ابن ماجہ (۴۷۹) اور دارمی (۱/ ۱۸۴ ح ۷۳۰) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** صحیح ہے

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور ابن الملقن نے تحفۃ المحتاج (۱/ ۱۵۱ ح ۵۲) میں اسے قوی قرار دیا ہے، نیز اس کے کئی شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ صحیح لغیرہ ہے۔

بعض الناس نے اس روایت پر باطل طریقے سے جرح کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ جرح مردود ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث کو ثقہ بالاجماع امام عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری المدنی القاضی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵ھ) نے ثقہ بالاجماع امام عروہ بن الزبیر بن العوام رحمہ اللہ (متوفی ۹۴ھ) سے، انھوں نے صحیح بخاری کے راوی (صدوق وثقہ الجمہور) مروان بن الحکم بن ابی العاص الاموی رحمہ اللہ (متوفی ۶۵ھ) سے، انھوں نے سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ابن الملقن نے کہا:

اسے چاروں (ابوداود، ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ) نے اس ثابت سند کے ساتھ روایت کیا،

جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ (تحفۃ المحتاج ۱/۱۵۱ ح ۲۵)

مروان بن الحکم پر بعض الناس کی جرح جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور وہ اس روایت میں منفرد (بھی) نہیں بلکہ ایک الحرسی (مجہول الحال راوی) نے بھی یہی حدیث سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی ہے، نیز اس کے شواہد بھی ہیں جیسا کہ امام ترمذی نے "وفی الباب" کہہ کر اشارہ کر دیا ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی: ۸۲ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح")

مروان بن الحکم (موثق عند الجمہور) پر روایتِ حدیث میں جرح مفسر ثابت نہیں، لہٰذا اس کی بیان کردہ روایت کم از کم حسن لذاتہ کے حکم میں ہے اور باقی سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں۔ مثلاً:

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۱۱۵)

حدیث زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۵/۱۹۴ ح ۲۱۶۸۹ وسندہ ضعیف عندنا وصحیح عند الحنفیۃ، الزہری مدلس وعنعن وباقی السند حسن لذاتہ)

**فقہ الحدیث:**

۱: سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "**من مس ذکرہ توضأ**" جو اپنے ذکر کو چھوئے وہ وضو کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۲ ح ۱۷۳۶، وسندہ صحیح)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "**إذا مست المرأة فرجها توضأت**"

اگر کوئی عورت اپنی شرمگاہ کو چھوئے تو وہ وضو کرے۔ (المستدرک للحاکم ۱/۱۳۸ ح ۴۸۱ وسندہ حسن)

۲: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا: کیا تم نے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُٹھ اور وضو کر۔

(الموطأ ۱/۴۲ ح ۸۹ وسندہ صحیح)

۳: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی اپنے ذکر کو چھوئے تو اس پر وضو واجب ہو گیا۔ (الموطأ ۱/۴۲ ح ۹۰ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ شرمگاہ کو ہاتھ لگایا تھا پھر بھول کر نماز پڑھ لی، جب انھیں یاد

آیا تو دوبارہ وضو کر کے اس نماز کا اعادہ کیا۔ (الموطأ ۱/۴۳ ح ۹۲ وسندہ صحیح)

۴: عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا تو اس پر وضو واجب ہو گیا۔ (الموطأ ۱/۴۳ ح ۹۰ب، وسندہ صحیح)

۵: ان احادیث و آثار کے برعکس فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: ''مس ذکرہ أو ذکر غیرہ لیس بحدث عندنا.... '' جو شخص اپنے یا کسی دوسرے کے ذکر کو چھوئے، ہمارے نزدیک اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ (ج۱ص۱۳) !!

۶: حصولِ علم کی خاطر مختلف موضوعات پر مذاکرہ علمائے دین کا طرۂ امتیاز ہے۔

۷: اگر کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو قیل وقال کے بجائے صاف انکار کر دینا چاہئے یعنی یہ کہہ دینا چاہئے کہ مجھے معلوم نہیں اور یہی سلف صالحین کا طریقۂ کار ہے۔

۸: ایک روایت میں ذکر کے بارے میں آیا ہے کہ (( بضعة منه . )) یہ اس کا ایک ٹکڑا ہے۔ (ابوداود: ۱۸۲، وسندہ حسن)

یہ روایت درج بالا حدیث و آثار کی رُو سے منسوخ ہے۔

۹: خبرِ واحد اگر صحیح ہو تو اس پر ایمان و عمل فرض ہے۔

**۳۲۰**) وعن طلق بن علي قال : سئل رسول الله ﷺ عن مس الرجل ذكره بعدما يتوضأ . قال : (( **وهل هو إلا بضعة منه ؟** .)) رواه أبو داود ، والترمذي ، والنسائي ، وروى ابن ماجه نحوه .

قال الشيخ الإمام محيي السنة رحمه الله : هذا منسوخ ، لأن أبا هريرة أسلم بعد قدوم طلق .

اور طلق بن علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو وضو کرنے کے بعد اپنے ذکر (آلۂ تناسل) کو ہاتھ لگا دے؟ آپ نے فرمایا: کیا یہ اس کے جسم کا ایک ٹکڑا نہیں ہے؟ اسے ابوداود (۱۸۲) ترمذی (۸۵) نسائی (۱/۱۰۱ ح ۱۶۵) اور ابن ماجہ (۴۸۳) نے روایت کیا ہے۔

اور شیخ امام محیی السنۃ (البغوی) رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ (حدیث) منسوخ ہے، کیونکہ طلق (بن علی رضی اللہ عنہ) کے آنے کے بعد ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہوئے تھے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند صحیح ہے۔

**فقہ الحدیث:**

۱: یہ حدیث صحیح ہے، لیکن سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی آنے والی حدیث (۳۲۱) اور سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (سابق: ۳۱۹) کی رُو سے منسوخ ہے۔

۲: جب دو دلائل میں بظاہر تعارض ہو تو متاخر حدیث ناسخ اور متقدم منسوخ ہوتی ہے۔

**۳۲۱)** و قد روی أبو هريرة عن رسول الله ﷺ. قال: (( **إذا أفضى أحدكم بيده إلى ذكره ليس بينه و بينها شيءٌ فليتوضأ .**)) رواه الشافعي و الدارقطني.

اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آلۂ تناسل کو بغیر کسی حائل کے ہاتھ لگا دے تو وہ (دوبارہ) وضو کرے۔ اسے (امام) شافعی (کتاب الام ۱/ ۱۹) اور دارقطنی (۱/ ۱۴۷ ح ۵۴۵) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** حسن ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۱۱۵) اور طبرانی (المعجم الصغیر ۱/ ۴۲ ح ۱۰۳) نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "**إذا أفضى أحدكم بيده إلى فرجه وليس بينهما ستر ولا حجاب فليتوضأ**" اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا دے اور درمیان میں کوئی پردہ یا رکاوٹ نہ ہو تو وہ (دوبارہ) وضو کرے۔

الفاظ صحیح ابن حبان کے ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔

(نیز دیکھئے المستدرک للحاکم ۱/ ۱۳۸ تحت ح ۴۷۹)

اس روایت کی مشہور سند میں یزید بن عبدالملک النوفلی ضعیف راوی ہے، لیکن نافع بن ابی نعیم القاری نے اس کی متابعت کر رکھی ہے اور وہ صدوق حسن الحدیث تھے، لہٰذا یہ سند حسن ہے۔

نیز امام نسائی نے مروان ابن الحکم سے اس مفہوم کی روایت موقوفاً بیان کی ہے اور اس کی سند

صحیح ہے۔ (دیکھئے المجتبیٰ للنسائی ۱/۱۰۰ ح ۱۶۳)

**فقہ الحدیث:**

۱: اگر بغیر کپڑے کے کسی وجہ سے یا نادانستہ ذکر یا شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے تو ایسی حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا دوبارہ وضو کرنا چاہئے۔ رہا بغیر عذر کے جان بوجھ کر ہاتھ لگانا تو یہ کسی شریف النفس اور صاحبِ اخلاق آدمی کا کام نہیں اور نہ ایسی حرکت کسی حدیث یا آثار سے ثابت ہے۔

۲: جو عورتیں اپنے چھوٹے بچوں کی قضائے حاجت سے صفائی کرتے ہوئے اپنے ننگے ہاتھوں سے انھیں دھوتی ہیں اور اس طرح بچوں کی شرمگاہ پر بھی ہاتھ لگ جاتا ہے تو انھیں دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔

۳: اگر پردے کے باہر سے (مثلاً شلوار پہنی ہوئی ہو اور اوپر سے) شرمگاہ کو ہاتھ لگ جائے، جبکہ درمیان میں کپڑا یا کوئی چیز حائل ہو تو ایسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔

۴: روایت پر حکم لگانے میں اس کی دیگر سندوں کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

۵: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی رُو سے سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ وہ پہلے کی ہے اور یہ بعد کی ہے۔

**۳۲۲)** ورواه النسائي عن بسرة ، إلا أنه لم يذكر :

(( ليس بينه و بينها شيء.))

اورنسائی (؟) نے اسے بُسرہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا لیکن انھوں نے ''ليس بينه و بينها شيء'' شرمگاہ اور ہاتھ کے درمیان کوئی چیز نہ ہو، کے الفاظ بیان نہیں کئے۔

**تحقیق الحدیث:** بے اصل ہے

سیدہ بُسرہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نہ تو نسائی کی صغریٰ میں ملی ہے اور نہ سنن کبریٰ میں، بلکہ کسی کتاب میں نہیں ملی، لہٰذا سیدہ بسرہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس کا انتساب بے اصل ہے۔

نیز دیکھئے حدیث نمبر ۳۱۹ کا متن و تخریج



توضیح الاحکام

سوال وجواب  تخریج الاحادیث  حافظ زبیر علی زئی

## شبِ معراج اور بیت المقدس کا کھلا دروازہ؟

**سوال** شیخ صاحب! تفسیر ابن کثیر کی جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۱۶ سورۂ بنی اسرائیل واقعۂ معراج کے حوالے سے ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ

"...بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اُس مجلس میں اُس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اُٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اُس نے کہا سنیے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں سوتا نہ تھا اُس رات میں دروازے بند کرنے کے لئے کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا میں نے ہر چند زور لگائے لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں۔ میں نے اسی وقت آدمیوں کو آواز دی وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں وہ چسکا تک نہیں ہلا تک نہیں میں نے بڑھئی بلوائے... لیکن وہ بھی ہار گئے کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ دروازہ اس شب یونہی (کھلا) رہا..

میں صبح ہی دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا... آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اس نے ضرور یہاں نماز ادا کی ہے۔"

اس واقعہ کے بارے میں تفسیر ابن کثیر میں آپ کا حکم موجود نہیں کہ آپ کے نزدیک یہ

واقعہ صحیح ہے حسن ہے یا ضعیف ہے؟ مہربانی فرما کر اس واقعہ پر اپنا حکم واضح فرمائیں۔

(سائل: ابو ابراہیم خرم ارشاد محمدی، دولت نگر)

**الجواب** تفسیر ابن کثیر میں یہ روایت حافظ ابو نعیم الاصبہانی کی کتاب: دلائل النبوۃ کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ موجود ہے:

"محمد بن عمر الواقدي: حدثني مالك بن أبي الرجال عن عمر بن عبد الله عن محمد بن كعب القرظي قال: بعث رسول الله ﷺ دحية بن خليفة إلٰى قيصر..." (ج ۴ ص ۱۱۵، الاسراء: ۱، وقال ابن کثیر: "فائدة حسنة جميلة"!)

یہ روایت واقدی کی وجہ سے سخت ضعیف و مردود ہے، نیز اس سند میں دیگر علتیں بھی ہیں، جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱) محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ نے گواہی دی: "كتب الواقدي كذب" واقدی کی کتابیں جھوٹ ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۱ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "وكان الواقدي يقلّب الأحاديث، يلقي حديث ابن أخي الزهري على معمر و نحو هذا." واقدی احادیث کو اُلٹ پلٹ کر دیتا تھا، وہ ابن اخی الزہری کی حدیث کو معمر (بن شداد) کے ذمے لگا دیتا اور اسی طرح (حرکتیں) کرتا تھا۔

اس کلام پر امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: "كما وصف وأشد لأنه عندي ممن يضع الحديث." جس طرح انھوں (احمد بن حنبل) نے فرمایا اسی طرح ہے اور اس سے سخت ہے، کیونکہ وہ (واقدی) میرے نزدیک احادیث گھڑنے والوں میں سے تھا۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۱ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "لا يكتب حديث الواقدي والواقدي ليس بشيء" واقدی کی حدیث لکھی نہ جائے، وہ (واقدی) کوئی چیز نہیں۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوحاتم الرازی اور امام نسائی (چاروں) نے فرمایا:
"متروك الحديث" وہ حدیث (وروایت) میں متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء للبخاری بتحقیقی: ۳۴۴، الکنیٰ للامام مسلم مخطوط ص ۶۵، کتاب الجرح والتعدیل ۸/ ۲۱، کتاب الضعفاء للنسائی: ۵۳۱)

بلکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: "والكذابون المعروفون بوضع الحديث علىٰ رسول الله ﷺ أربعة: ابن أبي يحيى بالمدينة والواقدي ببغداد ومقاتل بن سليمان بخراسان و محمد بن السعيد بالشام يعرف بالمصلوب."

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حدیثیں گھڑنے والے مشہور جھوٹے چار ہیں:
(۱) (ابراہیم بن محمد) ابن ابی یحییٰ (الاسلمی) مدینے میں
(۲) واقدی بغداد میں
(۳) مقاتل بن سلیمان خراسان میں
(۴) اور محمد بن سعید، جو مصلوب (کے لقب) سے مشہور ہے، شام میں۔
(آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۵ رسالۃ صغیرۃ لہ)

واقدی پر حافظ ابن حبان نے شدید جرح کی۔ (دیکھئے کتاب المجروحین ۲/ ۲۹۰، دوسرا نسخہ ۲/ ۳۰۳)

امام علی بن عبداللہ المدینی نے فرمایا: "الواقدي يركب الأسانيد"
واقدی سندیں بناتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۱۶ ت ۹۳۹ وسندہ صحیح)

بعض علماء سے واقدی کی توثیق بھی مروی ہے، لیکن جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ مردود ہے۔

حافظ ہیثمی اور ابن الملقن نے کہا: "ضعفه الجمهور" جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/ ۲۵۵، البدر المنیر ۵/ ۳۲۴)

۲) ابونعیم کی کتاب دلائل النبوۃ میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ ابونعیم سے لے کر واقدی تک اس روایت کی کوئی سند معلوم ہے، لہٰذا یہ بے سند ہے۔

۳) ابوحفص عمر بن عبداللہ المدنی مولیٰ غُفرہ قولِ راجح میں جمہور محدثین کے نزدیک

ضعیف راوی ہے اور حافظ ذہبی و حافظ ابن حجر العسقلانی دونوں نے فرمایا: "ضعیف"
(تلخیص المستدرک ۱/۴۹۵ ح ۱۸۲۰، تقریب التہذیب: ۴۹۳۴)

۴) محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تابعی تھے، لہٰذا یہ سند مرسل یعنی منقطع ہے۔

**خلاصۃ التحقیق:** یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے، لہٰذا بغیر جرح کے اس کا بیان کرنا جائز نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے روایت مذکورہ اپنی تفسیر میں درج کی، لیکن ساتھ ہی اس کی کچھ نہ کچھ سند بھی لکھ دی جس سے اس روایت کا سخت ضعیف و مردود ہونا ظاہر ہو گیا، لہٰذا اس روایت کو "فائدۃ حسنۃ جلیلۃ" قرار دینا غلط ہے۔

حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ابن کثیر نے تو سند کا کچھ حصہ لکھ دیا تھا مگر سیوطی نے محمد بن کعب القرظی کے علاوہ ساری سند حذف کر کے اس روایت کو بحوالہ ابو نعیم لکھ دیا ہے۔ (دیکھئے الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۹۔۱۷۱)

ثابت ہوا کہ اصل کتابوں سے روایات تلاش کر کے ان کی تحقیق کے بعد ہی بطورِ حجت یا بطورِ رد استدلال کرنا چاہئے اور سیوطی کے بے سند حوالوں سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰/ جون ۲۰۱۲ء)

## میت دفن کرنے کے بعد کوئی تلقین ثابت نہیں

**سوال** ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ "جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاؤ تو قبر پر کھڑے ہو کر

۱: اللہ سے اپنے بھائی کے لیے مغفرت چاہو۔

۲: اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔

میت کو دفن کر چکنے کے بعد قبر پر یہ پڑھو:

سورۃ البقرۃ آیات ۱ تا ۵ ۱ بار

سورۃ البقرۃ آیات ۲۸۵ تا ۲۸۶ ۱ بار

میت کو جب دفن کر چکو تو قبر پر کھڑے ہو کر کہو:

یافُلانُ قُلْ لااِلٰہَ اِلا اللہ ۳ بار

یا فُلانُ قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ وَ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّ مُحَمَّدٌ"

کیا مذکورہ باتیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں؟ تحقیق سے جواب دیں۔ (نعیم اقبال۔ اٹلی)

**الجواب** اس عبارت میں تین باتوں کا ذکر ہے:

۱: مغفرت چاہنا اور ثابت قدمی کی دعا مانگنا۔

یہ دونوں باتیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہیں۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۳۲۲۱ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ۱/ ۳۷۰ ووافقہ الذہبی)

۲: سورۃ البقرۃ کی پہلی اور آخری آیات کا عند القبر پڑھنا۔

یہ روایت السنن الکبریٰ للبیہقی (۴/ ۵۶۔۵۷) وغیرہ میں موقوفاً مروی ہے اور اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج مجہول الحال راوی ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

اس مفہوم کی ایک مرفوع روایت بھی مروی ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۹۲۹۴، المشکوٰۃ: ۱۷۱۷)

لیکن اس کی سند ایوب بن نہیک اور یحییٰ بن عبداللہ البابلتی دو مجروحین کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۳: یافلان والی روایت بلوغ المرام (ح ۴۷۱) میں بحوالہ سعید بن منصور مذکور ہے اور اس کی سند میں اشیاخ من اہل حمص سا یہ ے کے سارے مجہول ہیں۔

(دیکھئے بلوغ المرام مترجم طبع دارالسلام ج ۱ ص ۳۲۳)

المعجم الکبیر للطبرانی (۸/ ۲۹۸ ح ۷۹۷۹) میں اس کا ایک ضعیف شاہد بھی ہے، جس میں راویوں کی ایک جماعت مجہول ہے۔ (دیکھئے مجمع الزوائد ۲/ ۳۲۴)

اس روایت کو حافظ ابن حجر نے "وإسناده صالح و قد قواه الضياء في

أحكامه'' لکھا ہے۔ (تلخیص الحبیر ۲/ ۱۳۵۔۱۳۶ ح ۷۹۶)

حالانکہ اس کی سند میں محمد بن ابراہیم بن العلاء الحمصی بھی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خود لکھا ہے: ''منكر الحديث'' (تقریب التہذیب: ۵۶۹۸)

اس سلسلے کی دوسری مردود روایتوں کی تحقیق کے لئے دیکھئے ماہنامہ السنۃ جہلم (شمارہ: ۷)

خلاصہ یہ کہ قبر پر دفن کرنے کے بعد کسی قسم کی تلقین کرنا ثابت نہیں، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور وفات سے پہلے تلقین ثابت ہے، لہٰذا شرعی حدود و قیود کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (۱۹/ رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۰/ جون ۲۰۱۲ء)

ردِ ظہور و نثار — حافظ زبیر علی زئی

## ظہور احمد حضروی کے بائیں ہاتھ کا کھیل: چپکے سے عبارت غائب کر دینا!!

ظہور احمد دیوبندی حضروی نے مشہور تبع تابعی امام عبدالعزیز بن محمد المدنی الدراوردی رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے لکھا تھا:

''امام سعد بن سعدؒ فرماتے ہیں: فیہ لین۔ یہ روایت حدیث میں کمزور ہے۔''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۲۵۰ طبع جنوری ۲۰۰۷ء بحوالہ میزان الاعتدال ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴)

راقم الحروف نے اس عبارت کا رد کیا اور لکھا: ''اس ایک حوالے سے ہی صاف ثابت ہو گیا کہ ظہور احمد مذکور عربی زبان سے پکا جاہل ہے، جو ایک عام عبارت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کر سکتا۔ عرض ہے کہ اس جہالت کے باوجود اسے کس ڈاکٹر نے کہا ہے کہ کتابیں لکھنا شروع کر دو۔!؟'' (الحدیث حضرو: ۶۹ ص ۴۷ تحریر ۹/ نومبر ۲۰۰۹ء)

قارئین کرام کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ظہور احمد نے اپنی اس کتاب کے جدید ایڈیشن سے عبارت مذکورہ مردودہ کو چپکے سے نکال دیا ہے اور کسی قسم کے رجوع کا نام و نشان تک نہیں لکھا۔ (دیکھئے رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ ص ۳۶۲ طبع مئی ۲۰۱۲ء)

(۹/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۳۰/ جون ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

# ایک ہی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال

اگر کوئی متبعِ سنت آدمی آلِ دیوبند کو کوئی ایسی حدیث سنائے جوان کے تقلیدی مسلک کے خلاف ہو تو آلِ دیوبند اکثر کہا کرتے ہیں کہ احادیث میں بہت اختلاف ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ نے ایسی احادیث کے مطابق فتوے دیئے ہیں جو بعد والے دور کی ہیں۔

حالانکہ امام ابوحنیفہ نے قاضی ابویوسف سے فرمایا تھا: " ویحك یا یعقوب! لا تکتب کل ما تسمع مني فإني قد أری الرأي الیوم وأترکه غدًا و أری الرأي غدًا وأترکه بعد غدٍ" اے یعقوب (ابویوسف) تیری خرابی ہو، میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ج ا ص ۶۰۷ ت ۲۴۶۱ وسندہ صحیح ،تاریخ بغداد ۱۴/ ۴۲۴، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸۔ ۳۹)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات سنتا تھا، وہ حفظ و ضبط کے ارادے سے لکھ لیتا تھا، مجھے اس بات سے قریش نے منع کیا، انھوں نے کہا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات لکھ لیتے ہیں۔ حالانکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بشر ہیں، غضب وغصہ اور خوشگواری دونوں حالتوں میں بات کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حدیث لکھنے سے رک گیا، پھر میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھا کر، مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس منہ سے صرف حق نکلتا ہے۔ (مسند الامام احمد ۲/ ۱۶۲، سنن ابی داود: ۳۶۴۶، سنن الدارمی: ۴۹۰، المستدرک للحاکم ۱/ ۱۰۵۔ ۱۰۶، وسندہ صحیح واخرجہ احمد ۲/ ۲۰۷، مسند البزار: ۲۴۸۰، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۵۱۶، معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی: ۱۴۷۲، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/ ۸۴۔ ۸۵ وسندہ حسن، التقیید

للخطیب: ۸۰ وسندہ حسن، ماہنامہ السنہ جہلم شمارہ نمبر ۲ ص ۶۔ ۷)

امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے فرمایا: میری ابوحنیفہ سے مجلس تھی وہ ایک ایک مسئلہ میں دس دس فتوے دیتے تھے۔ ہم نہیں جان سکتے تھے کہ ان میں سے کس فتویٰ پر عمل کریں اور وہ خود بھی ان سے رجوع کر لیتے۔ ایک مجلس میں ایسا ہوا کہ انھوں نے ایک ہی مجلس میں پانچ فتوے دیئے، میں نے جب ان کی یہ حالت و کیفیت دیکھی تو ان کو ترک کر دیا اور حدیث کی طرف متوجہ ہو گیا۔

(کتاب السنہ لعبداللہ بن احمد بن حنبل ص ۲۰۵، ۲۲۰ ج ا تحفہ حنفیہ ص ۴۳۰۔ ۴۳۱)

اور امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے بھی بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف کیا بلکہ آلِ دیوبند اور آلِ بریلی کے ''علامہ'' ابن عابدین شامی نے لکھا ہے:

''فحصل المخالفة الصاحبين في نحو ثلث المذهب'' (حاشیہ ابن عابدین ۱/ ۶۷)

یعنی صاحبین نے تقریباً ایک تہائی مذہب میں مخالفت کی ہے۔

اب آلِ دیوبند کی معتبر کتابوں سے بطور نمونہ امام ابوحنیفہ کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال پیشِ خدمت ہیں:

**۱) فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق مختلف اقوال:**

ایک قول یہ ہے کہ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ کچھ بھی نہ پڑھے یا سبحان اللہ سبحان ہی کہہ لے تو بھی جائز ہے۔ (موطا ابن فرقد ص ۸۱ مترجم حدیث ۱۳۶، دوسرا نسخہ ص ۱۰۱، ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۲۰۹ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی، ہدایہ مع فتح القدیر ا/ ۳۲۳، حدیث اور اہلحدیث ص ۳۶۱، تعلیم الاسلام ص ۱۳۵، دوسرا نسخہ ص ۹۵ حصہ سوم، نماز مسنون ص ۲۸۷، تجلیات صفدر ۶/ ۲۵۳، منیۃ المصلی ص ۹۰، چار سو اہم مسائل ص ۳۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/ ۲۱۳)

مذکورہ آلِ دیوبند اور ان کے اکابر کے علاوہ بہت سے آلِ دیوبند کے نزدیک آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، لیکن ان سب کے برعکس آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

"چھٹا اعتراض: مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی حالانکہ احناف کہتے ہیں کہ اگر پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو۔ تو نماز جائز ہے۔ تو حنفیہ کا عمل بھی حدیث جابرؓ پر نہ ہوا۔ (بمعناه تحقيق الكلام جلد ۲ ص ۲۱٤)

جواب: مبارکپوری صاحبؒ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات کے لیے بعض فقہائے کرامؒ کی عبارتیں بھی نقل کی ہیں لیکن کیا مولانا کو یہ معلوم نہیں کہ جتنی حدیثیں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ان میں ہر ہر حدیث آپ کی فرمودہ نہیں ہے۔ اور نہ عملی طور پر آپ سے ثابت ہے، بلکہ ان میں بہت حدیثیں جعلی، خانہ ساز، ضعیف، شاذ، منکر اور معلول وغیرہ سبھی کچھ موجود ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نہ تو فقہ حنفی کی ہر ہر جزئی امام ابوحنیفہؒ کی فرمودہ ہے اور نہ ہر ہر جزئی قابل عمل ہے اور مجتہد کا مصیب اور مخطی ہونا اس پر مستزاد ہے۔ پھر بعض فقہاء کی غیر معصوم آرا کو حتمی اور ضروری سمجھ کر تمام احناف کا مسلک بتانا اور پھر اس پر اعتراض کی بنیاد رکھنا محض باطل اور مردود ہے۔ اور اگر بعض نے ایسا لکھا ہے تو اس کو سہو ونسیان پر حمل کرنے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا اور احکام عہد وسہو میں فرق مخفی نہیں ہے۔ (دیکھئے بدور الاہلہ ص ۶۷ وغیرہ) لیکن مسئلہ زیر بحث میں تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت منقول ہے کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں قرأت سورۂ فاتحہ ضروری ہے اور اسی روایت کو حافظ ابن ہمامؒ نے پسند کیا اور ترجیح دی ہے (فصل الخطاب ص ۷) اور حضرت شاہ صاحبؒ....."

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۳۴-۳۳۵، دوسرا نسخہ ۲۷۰-۲۷۱)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آلِ تقلید ابھی تک امام ابوحنیفہ کے دو متضاد اقوال کے بارے میں متفقہ فیصلہ نہیں کر سکے: صحیح یا ضعیف یا پھر ناسخ اور منسوخ کون سا قول ہے۔

نیز محمد بن حسن شیبانی کی ابوحنیفہ سے روایت بھی آلِ دیوبند کے نزدیک شاید مشکوک ہے۔

## ۲) نماز ظہر اور عصر کے وقت کے متعلق مختلف اقوال:

سعید احمد پالنپوری اور امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور امام اعظم سے اس سلسلہ میں چار روایتیں منقول ہیں۔

(۱) ظاہرِ روایت میں ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوتا ہے، اور اس کے بعد فوراً عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، یہی مفتی بہ قول ہے، علاّمہ کاسانیؒ نے ''بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ یہ قول ظاہر روایت میں صراحۃً مذکور نہیں ہے، امام محمدؒ نے صرف یہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصر کا وقت دو مثل کے بعد (یعنی تیسرے مثل سے) شروع ہوتا ہے، ظہر کا وقت کب ختم ہوتا ہے اس کی تصریح امام محمدؒ نے نہیں کی ہے۔

(۲) امام اعظم کا دوسرا قول وہی ہے جو ائمہ ثلثہ اور صاحبین کا ہے، امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور صاحب دُرِمختار نے لکھا ہے کہ آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، اور سید احمد دُحلان شافعیؒ نے خِزَانَةُ المُفتِیین اور فتاویٰ ظہیریہ سے امام صاحب کا اس قول کی طرف رجوع نقل کیا ہے، مگر ہماری کتابوں میں یہ رجوع ذکر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس قول کو حَسن بن زیاد لُولُوی کی روایت قرار دیا گیا ہے، اور سَرخسی نے مبسوط میں اس کو بروایت امام محمدؒ ذکر کیا ہے، اور صاحب دُرِمختار نے جو اس قول کو مُفتیٰ بہ کہا ہے اس کو علامہ شامی نے رد کیا ہے۔

(۳) امام اعظم سے تیسری روایت یہ ہے کہ مثلِ ثانی مہمل وقت ہے یعنی ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوسرا مثل نہ ظہر کا وقت ہے نہ عصر کا، یہ اسد بن عمرو کی روایت ہے امام اعظم رحمہ اللہ سے۔

(۴) اور چوتھا قول عمدۃ القاری شرح بخاری میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سے کچھ پہلے ختم ہو جاتا ہے، اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے، امام کرخیؒ نے اس قول کی تصحیح کی ہے۔''

(ادلہ کاملہ ص ۹۲، تجلیات صفدر ۵/۸۶)

### ۳) امام کے آمین کہنے کے متعلق مختلف اقوال:

ایک قول یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آمین کہیں۔

(کتاب الآثار ص ۲۲، حدیث اور اہلحدیث ص ۳۸۰)

**دوسرا قول:** امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی نے کہا: ''فَاَمَّا ابو حنیفة فقال یؤمِنُ مَنْ خَلْفَ الامام ولا یؤمّن الامام'' یعنی ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ امام کے مقتدی آمین کہیں اور امام آمین نہ کہے۔

(موطأ ابن فرقد ص ۱۰۳، دوسرا نسخہ ۸۰۔۸۱ مترجم تحت حدیث: ۱۳۸، خزائن السنن: ۲: ۳۳۲، درس ترمذی ۱/ ۵۱۳)

### ۴) نماز جنازہ میں امام کے کھڑا ہونے کے متعلق مختلف اقوال:

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے ''ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ مرد کے جنازہ کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور عورت کے وسط میں کھڑا ہو۔ کیونکہ حضرت انسؓ نے اسی طرح کیا ہے اور کہا کہ یہی سنت ہے۔'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۲/ ۲۲۸)

جبکہ اس کے برعکس ظہور الباری اعظمی دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شواہد کی بنا پر مرد اور عورت دونوں کے لئے سینے کے سامنے امام کے کھڑے ہونے کے لئے کہا ہے۔'' (تفہیم البخاری ۱/ ۶۲۱)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے بھی کہا: ''شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ امام مرد کے جنازے میں سر کے مقابل اور عورت کے جنازے میں وسط میں کھڑا ہوگا، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک شافعیہ کے مطابق، اور امام طحاوی نے اس کو ترجیح دی ہے اور اس کو امام ابویوسفؒ سے بھی روایت کیا ہے۔'' (درس ترمذی ۳/ ۳۱۱)

### ۵) گھوڑے کے جوٹھے پانی کے متعلق مختلف اقوال:

آل دیوبند کے مفتی جمیل احمد سکروڈھوی مدرس دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے:

''اور گھوڑا نر ہو یا مادہ اس کا جھوٹا صاحبین کے نزدیک پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت ماکول ہے اور جس کا گوشت ماکول ہو اس کا جھوٹا پاک ہوتا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے چار

روایات ہیں

(۱) یہ کہ اس کے علاوہ دوسرے پانی سے وضو کرنا ناپسندیدہ ہے۔

(۲) یہ کہ اس کے گوشت کی طرح اس کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

(۳) یہ کہ سؤر حمار کی طرح مشکوک ہے۔

(۴) یہ کہ پاک ہے" (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۳)

جمیل احمد دیوبندی نے اپنی مرضی سے آخری قول کو صحیح مذہب قرار دیا ہے۔

## ۶) نبیذ سے وضو کے متعلق تین اقوال ہیں:

جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے:

"مسئلہ یہ ہے کہ نبیذ تمر کے علاوہ دوسرا کوئی پانی موجود نہ ہو تو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں تین روایات منقول ہیں

(۱) جامع صغیر اور زیادات میں مذکور ہے کہ نبیذ تمر سے وضو کرے اور تیمّم نہ کرے۔

(۲) امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرنا اور مٹی سے تیمّم کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔...

(۳) نوح ابن ابی مریم اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے کہ تیمّم کرلے اور نبیذ تمر سے وضو نہ کرے۔" (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۴)

نیز تقی عثمانی دیوبندی نے بھی نبیذ کی ایک قسم سے وضو کے متعلق امام ابوحنیفہ کے تین اقوال نقل کئے ہیں۔ کوئی حنفی کسی قول کو ترجیح دیتا ہے تو کوئی کسی اور قول کو۔

تفصیل کے لئے دیکھئے درس ترمذی (۱/۳۲۰)

## ۷) گدھے کے پسینے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال:

جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: "گدھے کے پسینہ میں حضرت امام اعظمؒ سے تین روایات ہیں

(۱) یہ کہ پاک ہے گدھے کا پسینہ جواز صلوٰۃ کے لئے مانع نہیں ہے

(۲) یہ کہ نجاست خفیفہ ہے۔
(۳) نجاست غلیظہ ہے۔لیکن روایات مشہورہ کے مطابق پاک ہے لہٰذا ایسے ہی اس کا جھوٹا بھی پاک ہوگا'' (اشرف الہدایہ ۱/۲۰۱)

گدھے کے جوٹھے کے متعلق صاحب ہدایہ نے امام ابوحنیفہؒ کا صرف ایک ہی قول نقل کیا ہے کہ ''گدھے کا جھوٹا ناپاک ہے'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۲۰۰ ترجمہ جمیل احمد دیوبندی)

## ۸) قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کے متعلق مختلف اقوال:

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''حضرت امام ابوحنیفہؒ (و روایۃ عن احمد بن حنبلؒ) فرماتے ہیں استقبال واستدبار بنیان وصحرا ہر جگہ میں حرام ہے۔'' (خزائن السنن ص ۵۶)

سرفراز صفدر نے ہی دوسرا قول یوں لکھا ہے: ''امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک جیسے کہ ترمذیؒ نقل فرما رہے ہیں کہ استقبال بنیان وصحرا ہر جگہ ناجائز اور استدبار ہر جگہ جائز ہے۔ (امام صاحبؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔بذل المجہود ج ۱ ص ۴ ناقلاً عن العینیؒ)''

(خزائن السنن ص ۵۷)

تنبیہ: استقبال سے مراد قبلہ کی طرف منہ کرنا اور استدبار سے مراد پیٹھ کرنا ہے، بنیان سے مراد ہے کسی عمارت یا اوٹ میں اور صحرا سے مراد کھلی جگہ ہے۔

## ۹) نماز جمعہ کے بعد سنت کی تعداد میں مختلف اقوال:

سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''الحاصل جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ہیں۔ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ سے چار رکعت اور امام ابو یوسف سے چھ رکعات منقول ہیں۔فقہ کی عام کتب میں امام صاحبؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے اور مفتیٰ بہ قول امام ابو یوسف کا قرار دیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ امام صاحبؒ بھی چھ رکعت کے قائل تھے۔امام صدر الائمۃ المکیؒ مناقب الامام الاعظم ج ۱ ص ۱۴۴ میں اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: قال ابو اسمعیل الفارسی رأیت سفیان و

مسهرا و ابا حنيفه و مالك بن مغول و زائدة يصلّون بعد الجمعة ستًّا ركعتين و اربعًا ۔ اور اسی طرح امام کردریؒ نے اپنی کتاب مناقب کردری ج ۱ ص ۲۴۴ میں لکھا ہے: دو پہلے چار بعد میں ۔'' (خزائن السنن ص ۲/ ۱۷۲، ۴۲۲)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ عام کتب فقہ والے قول کے خلاف سرفراز صفدر دیوبندی نے موفق بن احمد المکی الخوارزمی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کی روایت پر اعتماد کیا جو کہ آل دیوبند کے نزدیک انتہائی مجروح راوی ہے۔ محمد نافع دیوبندی نے شاہ عبد العزیز دہلوی سے موفق مکی (اخطب خوارزم) کے بارے میں بطور خلاصہ لکھا ہے:

''اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے... اہلسنت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں اہل سنت کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔'' (حدیث ثقلین ص ۱۴۳)

اور محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۸۳) کے حوالے سے لکھا ہے ''تمام زیدی شیعوں کو کافر قرار دینا واجب ہے'' (قافلہ حق جلد ۴ شمارہ ۱ ص ۲۹)

اگر زیدی شیعہ آلِ دیوبند کی تکفیر سے بچنا چاہتے ہیں تو انھیں امام ابوحنیفہ کے فضائل بیان کرنا ہونگے۔ مثال کے طور پر امام ابن جریج رحمہ اللہ کو آل دیوبند شیعہ، متعہ باز نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں لیکن انھوں نے بقول آلِ دیوبند امام ابوحنیفہ کے حق میں کوئی بات کی تو آل دیوبند سے محدث جلیل کا لقب پایا۔ (دیکھئے مجذوبانہ واویلا ص ۲۸۵)

**۱۰) تالاب کا پانی چیک کرنے کے لئے کہ قلیل ہے یا کثیر پانی کو حرکت دینے کا کون سا طریقہ معتبر ہے؟ اس میں امام ابوحنیفہ کے مختلف اقوال ہیں:**

آلِ دیوبند کے مفتی جمیل احمد نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ترجمہ: اور بڑا تالاب وہ ہے کہ اس کا ایک کنارہ متحرک نہ ہو دوسرے کنارے کو حرکت دینے سے، جب کہ اس کی ایک جانب نجاست پڑ جائے تو دوسری جانب سے وضو جائز ہے

کیوں کہ ظاہر یہ ہی ہے کہ نجاست دوسری جانب نہیں پہنچی کیونکہ حرکت دینے کا اثر پھیل جانے میں بہ نسبت نجاست کے اثر کے بڑھا ہوا ہے۔ پھر ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ حرکت دینا وہ معتبر ہے جو نہانے سے ہو، اور یہ ہی ابو یوسف کا قول ہے۔ اور امام صاحب سے یہ بھی روایت ہے کہ ہاتھ سے حرکت دینا معتبر ہے۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وضو کرنے کے ساتھ حرکت دینا معتبر ہے'' (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/ ۱۵۲۔۱۵۳، ترجمہ جمیل احمد سکروڈھوی دیوبندی)

## ۱۱) آب مستعمل یعنی وہ پانی جس سے وضو کیا گیا ہو پاک یا ناپاک ہونے کے متعلق امام ابو حنیفہ کے تین مختلف اقوال:

(۱) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور یہ ہی روایت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ہے کہ آب مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔'' (اشرف الہدایہ ۱/ ۱۶۰)

(۲) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''پھر حسن بن زیاد کا مذہب یہ ہے کہ آب مستعمل نجس نجاستِ غلیظہ ہے اور اس کو امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔'' (اشرف الہدایہ ۱/ ۱۶۰)

(۳) جمیل احمد دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس بنجاست خفیفہ ہے اور یہ بھی ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے۔'' (اشرف الہدایہ ۱/ ۱۶۰)

## ۱۲) اگر جنبی کنویں میں غوطہ لگائے، جنبی کے پاک ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مختلف اقوال:

جمیل احمد دیوبندی نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ترجمہ: اور جنبی نے جب کنویں کے اندر غوطہ مارا ڈول نکالنے کے لئے، تو ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مرد اپنے حال پر جنبی ہے (کیونکہ پانی کا بدن پر) بہانا نہیں پایا گیا۔ حالانکہ فرض ساقط کرنے کے واسطے ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط ہے اور پانی بھی اپنے حال پر (پاک) ہے کیونکہ دونوں باتیں نہیں ہیں، اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں پاک ہیں، مرد تو اس لئے کہ بہانا شرط نہیں ہے اور پانی، قربت کی نیت نہ ہونے کی وجہ سے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں ناپاک ہیں۔ پانی تو اول ملاقات میں بعض اعضاء سے فرض ساقط کر دینے کی وجہ

سے، اور مرد باقی اعضاء میں حدث کے باقی رہنے کی وجہ سے۔ اور کہا گیا کہ امام صاحب کے نزدیک مرد کی نجاست آبِ مستعمل کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور امام صاحب ہی سے مروی ہے کہ مرد پاک ہو گیا، اس لئے کہ جدا ہونے سے پہلے پانی کو استعمال کا حکم نہیں دیا جاتا ہے۔ امام صاحب سے یہ روایت سب روایتوں میں سے زیادہ موافق ہے۔"

(ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/ ۱۶۵)

قارئین کرام! یہ ایک درجن اقوال جو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، بطورِ نمونہ مشتے از خروارے نقل کیے ہیں لیکن آلِ دیوبند کا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ محمد بن حسن شیبانی، ابو یوسف اور زفر وغیرہ کے تمام اقوال بھی امام ابو حنیفہ کے ہی اقوال ہیں۔ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: "چنانچہ شامی میں ہی ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام حسنؒ، امام زفرؒ سب نے بڑی مضبوط قسمیں کھا کر بیان کیا کہ ہمارا ہر قول امام صاحبؒ سے ہی منقول ہے۔" (تجلیات صفدر ۶/ ۱۵۹، نیز دیکھئے ترجمان احناف ص ۱۷۸، تحفہ اہل حدیث ۱/ ۷۰، فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات ص ۱۶۷)

لیکن ان اقوال میں اتنا زیادہ اختلاف ہے کہ ان کو شمار کرنا میرے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ باذوق حضرات ہدایہ کا ترجمہ اور تشریح یعنی اشرف الہدایہ ہی دیکھ لیں۔

بطورِ نمونہ یہاں صرف ایک مثال نقل کئے دیتا ہوں۔ آلِ دیوبند کے مفتی جمیل احمد نے ہدایہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ترجمہ: پھر اگر کنویں میں بکری نے پیشاب کر دیا تو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک پورا پانی نکالا جائے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کچھ پانی نہ نکالا جائے مگر جبکہ پیشاب پانی پر غالب آ جائے تو پانی مطہر (پاک کرنیوالا) ہونے سے نکل جائے گا۔ اور اس اختلاف کی اصل یہ ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب امام محمد کے نزدیک پاک ہے اور شیخین کے نزدیک ناپاک ہے۔ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیون کو اونٹ کے پیشاب اور دودھ پینے کا حکم کیا۔ اور شیخین کی دلیل یہ حدیث ہیکہ پاکیزگی رکھو

پیشاب سے کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔ بغیر تفصیل کے اور اس لئے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب بدبو اور فساد کی جانب مستحیل ہو جاتا ہے پس وہ غیر ماکول اللحم کے پیشاب کے مانند ہو گیا۔ اور تاویل اس حدیث کی جو امام محمد نے روایت کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیون کی شفاء بذریعۂ وحی معلوم کی، پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا پیشاب بطور دواء پینا بھی حلال نہیں ہے کیونکہ اس پیشاب میں شفا یقینی نہیں ہے، لہٰذا حرمت سے اعراض نہیں کیا جائے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے پینا حلال ہے۔ عرنیین کے قصہ کی وجہ سے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک دوا اور غیر دوا دونوں کے واسطے پینا حلال ہے کیونکہ وہ امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔" (ہدایہ مع اشرف الہدایہ ۱/۱۷۹)

حافظ ندیم ظہیر

## نقل عبارت میں دیانتداری شرط ہے

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے شاگرد خبیب احمد فیصل آبادی نے لکھا ہے:
""مولانا زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: "مولانا ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام (۱/ ۳۸۸۔۳۹۰) میں امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیے ہیں۔" (القول المتین: ۱۹)" (ماہنامہ الاحیاء لاہور، فروری ۲۰۱۲ء ص ۴۳)

عرض ہے کہ اس عبارت کے متصل بعد استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا تھا:
"لیکن میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے......" (القول المتین طبع اول جنوری ۲۰۰۴ء ص ۲۰، طبع جدید ص ۲۷)

جس عبارت کو خبیب صاحب نے چھپا لیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ استاذ محترم اس مسئلے میں اثری صاحب حفظہما اللہ کے ساتھ متفق نہیں، لہٰذا اپنے آپ کو محقق سمجھنے یا باور کرانے والے لوگوں کو چاہئے کہ سیاق وسباق کو مدِ نظر رکھ کر ہی عبارات نقل کیا کریں۔ (۱/ جولائی ۲۰۱۲ء)

محمد زبیر صادق آبادی

# سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا (قسط نمبر ۲)

راقم الحروف نے ایک مضمون بعنوان "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی صحیفہ نہیں جلایا تھا" لکھا جو الحدیث حضرو (شمارہ: ۸۱) میں شائع ہوا تھا۔ راقم الحروف نے اس مضمون میں ثابت کیا تھا کہ تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث زکریا صاحب نے فضائل اعمال کے صفحہ ۱۰۰ پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق جو یہ لکھا ہے کہ انھوں نے پانچ سو (۵۰۰) احادیث کا اپنا ہی لکھا ہوا مجموعہ جلا دیا تھا۔ زکریا صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ جہاں سے زکریا صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے اسی جگہ اُس کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اور زکریا صاحب نے یہ الفاظ جان بوجھ کر چھپا لئے تھے اور تبلیغی جماعت والے اپنے شیخ الحدیث پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو بالجزم بیان کرتے ہیں، لیکن تبلیغی جماعت والے اپنے شیخ الحدیث کی اس غلطی کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور زکریا صاحب کے بعد یہی غلطی ایک سابق منکر حدیث برق صاحب نے کی تو آلِ دیوبند کے امام سرفراز خان نے اس کی غلطی پر یوں تبصرہ کیا: "حوالہ نقل کرنے میں خیانت کرنا۔

۱۔ علامہ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا ہوا تھا (ظاہر ہے حضرت صدیق کے مجموعے سے زیادہ قابل اعتماد اور کون سا مجموعہ ہوسکتا تھا) لیکن ایک صبح اُٹھ کر اُسے جلا دیا (انتھیٰ بلفظہ دو اسلام طبع اول ص ۴۲ وص ۵۱ طبع ششم)

جواب: اولاً۔ اس جگہ بھی برق صاحب نے خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ فهذا لا يصح (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵)

یہ روایت صحیح نہیں ہے اور تذکرہ کے بعض نسخوں میں فهذا يصلح ہے یعنی یہ روایت استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی، چونکہ علامہ ذہبیؒ کا روایت مذکورہ کے متعلق فیصلہ

مخالف پڑتا تھا۔ اس لیے برق صاحب نے اس کو نقل کرنے کی تکلیف نہ فرمائی تا کہ قلعی نہ کھل جائے۔'' (صرف ایک اسلام ص ۱۹۲)

کوئی بعید نہیں کہ برق صاحب نے یہ دھوکا زکریا صاحب پر اعتماد کر کے ہی کھایا ہو۔

قارئین کرام! سرفراز خان صاحب کے بقول ایک بریلوی نے بھی اپنے مسلک کے لئے ایک روایت نقل کی تھی لیکن اس روایت کے آگے بھی **لا یصح** یعنی یہ روایت صحیح نہیں۔ لکھا ہوا تھا اور بریلوی نے یہ جملہ نقل نہ کیا تو سرفراز صفدر دیوبندی نے بریلوی کے خلاف لکھا: ''مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے تذکرہ الموضوعات اور الموضوعات کبیر سے حوالے تو نقل کئے ہیں۔ لیکن **لا یصح** کا جملہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ تُف ہے اس علمی خیانت اور بددیانتی پر۔'' (راہ سنت ص ۲۳۹)

اسی طرح نور محمد تونسوی دیوبندی نے ایک دوسرے بریلوی کے خلاف لکھا ہے:

''اگر علامہ صاحب ''**لم یصح**'' کا جملہ بھی نقل کر دیتے تو لوگوں کو دھوکا دینا مشکل ہو جاتا، اسی لئے حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے ''**لا یصح**'' کا جملہ شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کر گئے اور لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیا۔'' (حقیقی نظریات صحابہؓ ص ۵۹)

قارئین کرام! فیصلہ آپ خود کریں کہ جو الفاظ مذکورہ دیوبندیوں نے اپنے مخالفین کے لئے استعمال کئے ہیں، وہی الفاظ آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' کے لئے بھی استعمال ہونے چاہئیں یا نہیں؟!

قارئین کرام! راقم الحروف کے مضمون پر ایک دیوبندی رضوان عزیز نے کچھ تبصرہ کیا اور زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت کو صحیح ثابت کرنے کی ہمت تو نہ کر سکے البتہ رضوان عزیز نے اپنے تبصرے میں جو مغالطے دیئے ہیں، میں ان کا خلاصہ نقل کر کے جواب دوں گا۔ ان شاءاللہ

رضوان عزیز نے اپنے اس مضمون میں اہل حدیث کے خلاف انتہائی گندی زبان استعمال کی ہے اور اپنی عادت کی وجہ سے وہ پہلے بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔

راقم الحروف نے ان کے بعض بیہودہ الفاظ نقل کر کے الحدیث نمبر ۸۳ ص ۳۷ پر لکھا تھا:

"رضوان عزیز دیوبندی کی مذکورہ باتوں کا جواب تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے علانیہ کہا تھا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ 'اذا خاصم فجر' یعنی منافق کی نشانی ہے کہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچاوے۔" (فتوحات نعمانیہ ص ۸۵۸)

لیکن رضوان عزیز دیوبندی پر اس بات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا، تو مجھے وہ حدیث یاد آ گئی کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا ہے: "ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔" (صحیح بخاری مترجم ۴۳۰/۳ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

الیاس گھمن کے رسالہ قافلہ کے لکھاریوں کی بدتہذیبی دیکھ کر غیر تو غیر اپنے بھی پکار اٹھے، چنانچہ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی بن عبدالحق بشیر دیوبندی نے لکھا ہے:

"جب بندہ نے "قافلہ حق" کا مطالعہ کیا تو اکابرین کے طرز کے مطابق نہ پایا۔"

(مجلہ المصطفیٰ بہاولپور کا سرفراز نمبر ۲۷۶)

یاد رہے کہ احسانی کا یہ مضمون عبدالقدوس قارن دیوبندی اور سعید احمد جلال پوری کا چیک کردہ ہے۔ (دیکھئے ایضاً ص ۲۴۹)

تنبیہ: محمد رضوان عزیز کے نام کے ساتھ "مفتی" کا لفظ بھی لکھا ہوا ہے، جبکہ آلِ دیوبند کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے:

"أجمع الفقهاء علىٰ ان المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد"

یعنی فقہاء کا اجماع ہے کہ مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ باب ۱ ص ۳۰۸)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔" (تقریظ علی الکلام المفید ص س، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۴۱۲/۳)

اوکاڑوی کی تجلیات میں لکھا ہوا ہے: ''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے'' (تجلیات صفدر ۵/۴۴)

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے لکھا ہے: ''تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' (الکلام المفید ص ۲۳۴)

آل دیوبند کے مذکورہ حوالوں کی روشنی میں رضوان عزیز دیوبندی کو حقیقتاً ''مفتی'' کہنا اجماع کی مخالفت ہے اور امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے'' (تجلیات صفدر ۶/۱۸۹)

**رضوان عزیز کے مغالطے کا خلاصہ:** محمد زکریا صاحب دیوبندی نے یہ ایمان افروز نصیحت کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کی وجہ سے اپنا ہی لکھا ہوا مجموعہ جلا دیا تھا تو کوئی عام آدمی کیسے حدیث بیان کرسکتا ہے۔

**الجواب:** ان لوگوں کی یہ نصیحت اپنے مخالفین کے لئے ہی ہوتی ہے نام تو اپنا استعمال کرتے ہیں اور ڈرانا مخالفین کو مقصود ہوتا ہے کیونکہ خود تو موضوع و من گھڑت روایات بھی اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں جب بقول سرفراز صفدر، زکریا صاحب کی نقل کردہ روایت استدلال کے قابل ہی نہیں اور خود رضوان عزیز صاحب بھی سرفراز صفدر پر پورا پورا اعتماد کرتے ہیں تو پھر بقول اوکاڑوی ''اب تو شیخ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہوگئی'' (تجلیات ۴/۲۱۴) اور بقول اوکاڑوی ہم اس ''شیخی خورے شیخ الحدیث (کے چیلوں) کو چیلنج دیتے ہیں'' (تجلیات ۲/۱۶۴) کہ رضوان عزیز صاحب اور آلِ دیوبند پہلے اس روایت کو صحیح تو ثابت کرکے دکھائیں پھر اس سے استدلال کرکے نصیحت بھی کرلیں۔ نیز ''شیخ الحدیث'' کی نصیحت جس روایت پر مبنی ہے اگر اس کے متن پر غور کیا جائے تو ماسٹر امین کی تجلیات، زکریا صاحب کی فضائل اعمال اور گھمن صاحب کا رسالہ قافلہ کہ جن میں موضوع و من گھڑت روایات موجود ہیں سنبھال کر رکھنے کا جواز بھی باقی نہیں رہتا اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ ''شیخ الحدیث'' صاحب کی نصیحت کا اختتام یوں ہوتا ہے: ''یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں'' (فضائل اعمال ص ۱۰۱)

لیکن الیاس گھمن صاحب کے رسالہ قافلہ حق میں محمد شاکر دیوبندی نے امام ابوحنیفہ کی بیان کردہ احادیث پر مشتمل مسانید اور مجموعوں کی تعداد پچیس (۲۵) سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ دیکھئے قافلہ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۸-۲۹)

نیز لکھا ہے: ''علامہ خوارزمی نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے:

''میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام اعظم کی روایت حدیث کم تھی۔'' (قافلہ جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۹-۳۰)

## ] تبلیغی نصاب اور موضوع و مردود روایات

یاد رہے کہ زکریا کاندھلوی صاحب نے اپنی لکھی ہوئی بات اور نصیحت کو بھی مد نظر نہیں رکھا، بلکہ اپنی مشہور کتابوں (مثلاً تبلیغی نصاب، فضائل اعمال اور فضائل درود وغیرہ) میں بے اصل، باطل، موضوع اور متروک روایات لکھ کر عوام کے ہاتھوں میں دے دیں۔ مثلاً:

۱: زکریا صاحب نے لکھا ہے: ''ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عذابِ قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ... یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن...''

(تبلیغی نصاب ص ۳۴۷-۳۵۰، فضائل اعمال ص ۳۰۹-۳۱۲، فضائل نماز ص ۳۱-۳۴)

یہ بالکل بے سند روایت ہے اور ایک غالی مقلد لطیف الرحمٰن بہڑائچی قاسمی نے بھی اس روایت کو ''حدیث باطل'' لکھا ہے۔ (دیکھئے تحقیق القال فی تخریج احادیث فضائل الاعمال ص ۵۴۴)

۲: زکریا صاحب نے لکھا ہے: ''حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ اِلا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اِخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔'' (فضائلِ ذکر ص ۸۳ ح ۴، فضائل اعمال ص ۴۵۳، تبلیغی نصاب ص ۵۶۱ بحوالہ الاوسط والکبیر للطبرانی)

المعجم الکبیر للطبرانی (۵۰۷۴) اور الاوسط (مجمع البحرین ۱/۵۷) کی اس روایت کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن غزوان راوی ہے۔ (دیکھئے تحقیق المقال ص ۵۲۹)

اس ابن غزوان کے بارے میں ہیثمی نے فرمایا: ''وھو وضاع'' اور وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۸)

امام دارقطنی اور امام ابن عدی وغیرہما نے اسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

(دیکھئے لسان المیزان ۵/۲۵۳۔۲۵۴)

اسی روایت کی دوسری سند میں ابوداود نفیع کذاب ہے۔

۳: زکریا صاحب نے لکھا ہے: 'حضرت عائشہؓ کی والدہ اُم رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کیوجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہوگئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جُزو ہے۔''

(فضائلِ نماز ص ۷۷۔۷۸ بحوالہ حکیم ترمذی وغیرہ، فضائل اعمال ص ۳۵۵۔۳۵۶ تبلیغی نصاب ص ۳۹۳۔۳۹۴)

اس روایت کی سند میں حکم بن عبداللہ بن سعد السعدی ہے، جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اس کی ساری حدیثیں موضوع ہیں۔

ابوحاتم الرازی نے فرمایا: وہ کذاب ہے۔

امام ابن عدی نے فرمایا: ''جاھل کذاب'' (دیکھئے تحقیق المقال ص ۵۵۱)

اس موضوع روایت کو صاحبِ تحقیق المقال کا صرف ''ضعیف جدًا'' قرار دینا کافی نہیں۔

۴: صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ (مسجد کے) دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ رسی زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے ہے، وہ جب (نماز پڑھتے پڑھتے) تھک

جاتی ہیں تو اس پر سہارا لیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس رسی کو کھول دو، جب آدمی کی طبیعت بہتر ہو تو (نفل) نماز پڑھے اور اگر تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

(کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ ح ۱۱۵۰)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح مسلم (۷۸۴، دارالسلام: ۱۸۳۱) صحیح ابن خزیمہ (۲/۲۰۰ ح ۱۱۸۰) صحیح ابن حبان (الاحسان ۶/۲۳۹ ح ۲۴۹۲، نسخہ قدیمہ: ۲۴۸۳) صحیح ابی عوانہ (۲/ ۲۹۷۔۲۹۸ ح ۲۲۲۳) سنن ابی داود (۱۳۱۲) سنن النسائی (۳/۲۱۸۔۲۱۹ ح ۱۶۴۴) سنن ابن ماجہ (۱۳۷۱) مسند احمد (۳/۱۰۱ ح ۱۱۹۸۶) مستخرج ابی نعیم (۲/۳۷۵ ح ۱۷۸۰) شرح السنۃ للبغوی (۴/۵۹ ح ۹۴۲ وقال: ھذا حدیث متفق علی صحتہ)

اس صحیح حدیث کے مقابلے میں زکریا صاحب نے درج ذیل روایت پیش کی ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی نازل ہوئی...''

(فضائل نماز ص ۸۲، فضائل اعمال ص ۳۶۰، تبلیغی نصاب ص ۳۸۹)

یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۴/۹۹۔۱۰۰، دوسرا نسخہ ۴/۱۴۳) میں ہے اور اس کی سند یہ ہے: '' عبد الوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس ''

اس کے راوی عبدالوہاب بن مجاہد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''متروك و قد كذبه الثوري'' متروک راوی ہے اور اسے (سفیان) ثوری نے کذاب کہا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۴۲۶۳)

اس پر مزید شدید جرح کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۲/۲۵۳) وغیرہ

۵: زکریا صاحب نے ایک روایت لکھی ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کردے گا تو وہ بعد میں پڑھ

بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے...'' (فضائل نماز ص ۳۹ تبلیغی نصاب ص ۳۵۵، فضائل اعمال ص ۳۱۷)

یہ روایت بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند موجود نہیں اور مجالس الابرار نامی بے سند کتاب میں اس کا لکھا ہوا ہونا اس روایت کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں۔ یاد رہے کہ مجالس الابرار کا مصنف احمد بن محمد الرومی الحنفی ۱۰۴۳ھ میں فوت ہوا، یعنی وہ گیارھویں صدی ہجری کا ایک عالم تھا۔ ]

اس طرح کی جھوٹی روایات بیان کر کے زکریا صاحب اور دیوبندی تبلیغیوں نے کیا اس حدیث کو بھلا دیا ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۰۶، صحیح مسلم: ۱)

تنبیہ: رضوان عزیز نے یہ بحث بھی چھیڑی ہے کہ غیر عالم کو حدیث بیان کرنا گناہ ہے۔

(دیکھئے قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۷)

لیکن یہ نہیں بتایا کہ غیر عالم کسے کہتے ہیں، حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ مقلد اہل علم میں سے نہیں ہوتا۔ (دیکھئے اعلام الموقعین ۲/ ۲۰۰، جامع بیان العلم ۲/ ۲۳۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے شمارہ الحدیث ۵۷ (ص ۳۰) اور ہمارے اس مضمون میں سرفراز صاحب کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ تقلید جاہل ہی کے لئے ہے۔

قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ پالن حقانی ایک دیوبندی شخص تھا جس نے ''شریعت یا جہالت'' اور ''جماعت اہل حدیث کا... خلفائے راشدین سے اختلاف'' وغیرہ کتابیں لکھیں حالانکہ آل دیوبند کو اس بات کا اقرار ہے کہ وہ عالم نہیں تھا۔

دیکھئے جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف (ص ۵)

قریباً ان پڑھ تھا۔ (شریعت یا جہالت ص ۸۳۸)

اس کا سارا مطالعہ اردو تراجم تک محدود تھا عربی و فارسی نہیں جانتا تھا۔ (ایضاً ص ۸۴۰)

بقول آل دیوبند لاکھ سے زیادہ مجمع میں تقریر کرتا تھا۔ (ایضاً ص ۸۴۴)

کسی دینی درسگاہ کے فارغ تو بڑی بات اس کی شکل بھی انھوں [پالن حقانی] نے نہیں دیکھی۔

(ایضاً ص ۸۲۴)

قرآن کی آیات، احادیث اور کچھ بے صفحے کی حکایتیں بھی سناتا تھا۔ (ایضاً ص ۸۳۰)

اس کے باوجود آل دیوبند کے ''شیخ الحدیث زکریا تبلیغی'' نے اس کی کتاب پر تقریظ لکھی۔ (دیکھئے شریعت یا جہالت ص ۸۰۴ دوسرا نسخہ ص ۲)

اور بھی بہت سے آل دیوبند نے تصدیقات و تقریظات وغیرہ لکھیں، صرف اس لئے کہ وہ دیوبندی مسلک کے لئے کام کرتا تھا، اس لئے آلِ دیوبند نے اسے ''حضرت مولانا'' وغیرہ کے القاب سے نوازا۔ (ایضاً ص ۸۱۰، ۸۱۵)

لیکن رضوان عزیز کے اصول کے مطابق گنہگار ہو کر دنیائے فانی سے رخصت ہوا اور رضوان عزیز کے ''شیخ الحدیث'' اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت کے مصداق بن کر اپنا حصہ ملانے سے باز نہ آئے۔ پالن حقانی جیسے شخص کی تعریف کی اور محدثینؒ کے متعلق کہا: ''ان محدثین کا ظلم سنو'' (تقریر بخاری ۳/۱۰۴، ۵۱۲)

رضوان عزیز نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو (بلا تحقیق) آگے نقل کردے۔''

(قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۷)

عرض ہے کہ زکریا صاحب نے یہی کام کیا ہے اور اگر وہ سرفراز صاحب کی طرح تحقیق کر لیتے تو مذکورہ حدیث کے مصداق نہ بنتے، کیونکہ انھوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت کو بغیر تحقیق کے آگے نقل کر دیا ہے اور آج تک تبلیغی جماعت والے ان پر اعتماد کر کے اس غیر ثابت روایت کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کر رہے ہیں۔

**رضوان عزیز کے ایک مغالطے کا خلاصہ:** زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت پر جرح جب سرفراز صاحب نے کر دی تھی تو پھر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی جرح نقل کرنے کا کیا فائدہ تھا؟

**الجواب:** حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی طرف سے مفصل جرح نقل کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ دیوبندی ''حضرات'' نے آسانی سے زکریا صاحب کی پیش کردہ روایت کو ضعیف تسلیم کر لیا، ورنہ اس سے پہلے راقم الحروف نے الیاس گھمن کی پیش کردہ روایت پر امین اوکاڑوی کی جرح نقل کی تھی۔ (دیکھئے الحدیث حضرو شمارہ: ۶۷ ص ۳۴۔۳۵)

لیکن گھمن صاحب کے کسی مجہول لکھاری نے اوکاڑوی کی جرح کو رد کر دیا تھا۔

(قافلہ جلد ۵ شمارہ ۱ ص ۵۴)

لہٰذا آلِ دیوبند بات کرنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کریں۔

**رضوان عزیز کے مغالطے کا خلاصہ:** رضوان عزیز نے لکھا ہے:

''اہل حدیث اس حدیث کے مصداق ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ دجال وکذاب (الحدث کے قلم کار وغیرہ) آپ کے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ آپ نے سنا ہوگا نہ آپ کے آباؤ اجداد نے پس اپنے آپ کو ان (اہل حدیثوں) سے بچاؤ تاکہ تمہیں گمراہ کر کے فتنے میں نہ ڈال دیں۔'' (قافلہ جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۸)

**تنبیہ:** بریکٹوں والے الفاظ بھی دیوبندی کے ہیں۔

**الجواب:** رضوان عزیز اور آلِ دیوبند کو چاہیے کہ اپنی پارٹی کو ہی اس حدیث کا مصداق بنا لیں، کیونکہ اپنی کتابوں میں انھوں نے ایسی احادیث نقل کی ہیں جو نہ تو پہلے آلِ دیوبند و آلِ تقلید نے سنی تھیں اور نہ ان لوگوں کے روحانی باپ دادا یعنی ابن ترکمانی، عینی، انور شاہ کشمیری اور اشرف علی تھانوی وغیرہ نے سنی یا پڑھی تھیں۔

مثال کے طور پر اخبار الفقہاء والمحدثین سے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ایک جدید روایت ان لوگوں نے پندرھویں صدی ہجری میں پیش کر دی ہے۔ دیکھئے آصف لاہوری دیوبندی کی کتاب: سنت رسول الثقلین فی ترک رفع یدین (ص ۴۳۔۴۷ حدیث نمبر ۹۶)

اس طرح مسند حمیدی اور ابو عوانہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین کی روایات ان آلِ تقلید کے باپ دادا وغیرہ کو بھی معلوم نہیں تھیں۔

تنبیہ: رضوان عزیز نے ملا علی قاری کے حوالے سے علامہ عراقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک عبارت کہ غیر عالم کو حدیث بیان کرنا گناہ ہے، نقل کرنے میں بھی خیانت کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ اس عبارت کے آگے یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ کوئی شخص بخاری و مسلم سے بھی حدیث نقل نہیں کر سکتا جب تک اسے اہل حدیث سے سن نہ لے۔

نیز آل دیوبند کے نزدیک اگر علامہ عراقی کی طرف منسوب بات حجت ہے تو آل دیوبند کے "حجۃ الاسلام اور امام" غزالی کی بات کیوں حجت نہیں جس نے لکھا ہے:

**"و أما أبو حنيفة فلم يكن مجتهدًا لأنه لا يعرف اللغة .... و كان لا يعرف الأحاديث" إلخ**

اور ابو حنیفہ تو مجتہد نہیں تھے، کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے ... اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے" (المنخول من تعلیقات الاصول ص ۵۸۱ طبع بیروت و شام)

یاد رہے کہ ہر ایک ایسے مسلمان کو حدیث بیان کرنے کی اجازت ہے جو صحیح طور پر حدیث بیان کر سکے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً.))

مجھ سے آگے پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ (صحیح بخاری: ۳۴۶۱)

البتہ امین اوکاڑوی جیسے لوگ حدیث بیان کرنے کے واقعی لائق نہیں، جیسا کہ اس نے اپنے الفاظ کو نبی ﷺ یا صحابہ کی طرف منسوب کیا ہے، جس کی تفصیل میرے مضمون: ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو جھوٹ (الحدیث حضرو: ۹۴ ص ۱۵، ۲۰، ۳۴، ۴۱) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آخر میں ہم رضوان عزیز کے الفاظ تغیر یسیر کے ساتھ بطورِ الزام انھی پر پلٹاتے ہیں:

"کہ اللہ کی کروڑوں لعنتیں ہوں ان پراگندہ افکار کی باسی سڑاند کے علمبرداروں کی عقل و خرد پر جو انکار حدیث کا دروازہ کھولنے کے لئے" ایسے جھوٹے قصے سنانے کا مشورہ دیتے ہیں، جن کے آگے "**لا یصح**" کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں اور اس قصے کی وجہ سے منکرینِ حدیث حدیث کو ماننے والوں کو یہ طعنہ دیتے ہوں کہ اگر ابو بکر صدیقؓ کا صحیفہ معتبر نہیں تو بعد کے لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟!

حافظ زبیر علی زئی

# امام ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ

**نام ونسب:** امام ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار النخشی البغدادی الخیوطی رحمہ اللہ

**ولادت:** ۲۱۰ ہجری سے چند سال پہلے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۴)

**اساتذہ:** مسدد، عبداللہ بن محمد بن اسماء، امیہ بن بسطام، علی بن عثمان اللاحقی، العباس بن الولید النرسی، محمود بن غیلان، یعقوب بن حمید بن کاسب، علی بن حجر اور ابو قدامہ السرخسی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

**تلامذہ:** ابوالعباس محمد بن اسحاق السراج النیسابوری، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابوسہل ابن زیاد القطان، اسماعیل بن علی الخطبی، دعلج بن احمد، جعفر بن محمد بن الحکم اور احمد بن جعفر بن سلم وغیرہم۔ رحمہم اللہ

**علمی مقام:** اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کی رُو سے آپ کا علمی مقام، عدالت وامامت اور وثاقت درج ذیل ہے:

۱: حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ف ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

"وکان ثقةً حافظًا متقنًا، حسنَ المذهب" اور آپ ثقہ حافظ متقن، اچھے مذہب والے (اچھی سیرت والے پرہیزگار) تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۳۰۶ ت ۲۰۹۳)

۲: امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (ف ۳۸۵ھ) نے فرمایا: "ثقة"

وہ ثقہ (قابلِ اعتماد سچے راوی) ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۳۰۷ وسندہ صحیح)

۳: حاکم نیشاپوری نے امام احمد بن علی الابار کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: "هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه" یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور اسے بخاری ومسلم نے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۲۷ ح ۸۲۶)

حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں فرمایا: "على شرط مسلم" (ج ۱ ص ۲۵۰)

نیز دیکھئے المستدرک للحاکم (۴/۳۱۷ح ۷۸۸۸) مع تلخیص الذہبی۔

ثابت ہوا کہ حاکم کے نزدیک امام احمد بن علی الابار ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔

۴: ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد المقدسی رحمہ اللہ (ف ۶۴۳ھ) نے اپنی مشہور کتاب المختارۃ میں امام احمد بن علی الابار رحمہ اللہ سے اپنی سند کے ساتھ احادیث بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے: الاحادیث المختارۃ (ج ۲ ص ۱۰۹ ح ۴۸۳)

۵: حافظ ابن عساکر الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) نے اپنی تاریخ میں خطیب بغدادی کا ابار کے بارے میں قول: ''وکان ثقۃ حافظاً متقناً، حسن المذہب'' نقل کیا اور اس کی کوئی تردید نہیں کی اور نہ امام احمد بن علی الابار پر کسی قسم کی کوئی جرح نقل کی۔

(دیکھئے تاریخ دمشق ۵/۷۴)

آلِ دیوبند کے نزدیک اگر کوئی مصنف کسی کا قول نقل کرے اور تردید نہ کرے تو یہ اسی مصنف کا اپنا بھی نظریہ ہوتا ہے، جیسا کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''سوم جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتا ہے اور اس کے کسی حصہ سے اختلاف نہیں کرتا تو وُہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔'' (تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص ۲۹)

تنبیہ: ہمارے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب اسی مصنف سے اس کے مقابلے میں کوئی صریح دلیل یا جمہور محدثین کی مخالفت موجود نہ ہو۔

۶: حافظ ذہبی رحمہ اللہ (ف ۷۴۸ھ) نے فرمایا:

''الحافظ المتقن الإمام الرباني أبو العباس أحمد بن علي بن مسلم الأبار من علماء الأثر ببغداد'' حافظ متقن (ثقہ) امام ربانی ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار، بغداد کے علمائے حدیث میں سے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۳ ت ۲۱۸)

اور فرمایا: ''ولہ تاریخ مفید رأیتہ و قد و ثقہ الدارقطني و جمع حدیث الزھري'' میں نے ان کی (کتاب) تاریخ دیکھی ہے جو مفید ہے، انھیں دارقطنی نے ثقہ قرار دیا اور انھوں نے (امام) زہری کی احادیث جمع کی تھیں۔ (النبلاء ۱۳/۴۴۴)

حافظ ذہبی نے انھیں حفاظِ حدیث میں ذکر کیا اور فرمایا: "الحافظ الإمام ... محدث بغداد" (تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۶۳۹ ت ۶۶۲)

حافظ ذہبی نے امام ابو العباس الابار کی بیان کردہ ایک حدیث کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ دیکھئے یہی مضمون (فقرہ: ۳)

۷: حافظ ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ (ف ۴۳۰ھ) نے اپنی مشہور کتاب المستخرج علی صحیح مسلم میں احمد بن علی الابار سے روایت لی۔ (ج ۲ ص ۴۳۲ ح ۱۸۹۴)

اور ان پر کوئی جرح نہیں کی، لہٰذا وہ امام ابو نعیم کے نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث راوی ہیں۔

۸: محدث ابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ (ف ۸۴۲ھ) نے فرمایا:

"... محدث بغداد و هو أحد الزهاد... و كان حافظًا متقنًا من الثقات وله التاريخ وغيره من المصنفات" بغداد کے محدث اور نیک لوگوں میں سے ایک...اور آپ حافظ متقن، ثقہ راویوں میں سے تھے اور آپ کی کتابوں میں سے تاریخ وغیرہ ہیں۔

(التبیان لبدیعۃ البیان ۲/ ۸۴۲ ت ۶۵۰)

۹: حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (ف ۷۴۴ھ) نے فرمایا:

"الإمام الحافظ ، محدّث بغداد " (طبقات علماء الحدیث ۲/ ۳۴۵ ت ۶۳۰)

اور خطیب بغدادی سے امام ابار کی توثیق نقل کی۔ رحمہم اللہ

۱۰: صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (ف ۷۶۴ھ) نے لکھا: " الحافظ الأبار" اور خطیب بغدادی سے بغیر کسی رد کے احمد بن علی الابار کی توثیق نقل کی۔

(دیکھئے کتاب الوافی بالوفیات ۷/ ۱۴۱ ت ۸۱۹)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں، مثلاً دیکھئے المستخرج علی المستدرک للحافظ ابی الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ (ف ۸۰۶ھ) ج ۱ ص ۸ (بحوالہ المکتبۃ الشاملہ) فوائد الحنائی (۱/ ۴۱۲ ح ۶۱ [۶۴]) وغیرہما، نیز جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (ف ۹۱۱ھ) نے ابار کے بارے میں "الحافظ الإمام" لکھا اور خطیب بغدادی

سے ان کی توثیق نقل کی۔ (دیکھئے طبقات الحفاظ ص ۲۸۴ ت ۶۳۸)

ثابت ہوا کہ امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ کی توثیق وتعریف پر بشمولِ حافظ ذہبی علمائے حدیث کا اجماع ہے۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ:** حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

"أحمد بن علي الخيوطي عن ابن مبشر الواسطي ، فذكر خبرًا موضوعًا."

احمد بن علی الخیوطی ابن مبشر الواسطی سے، پس اس نے ایک موضوع روایت بیان کی۔

(میزان الاعتدال ۱/ ۱۲۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۶۳، نیز دیکھئے المغنی فی الضعفاء للذہبی ۱/ ۸۲ ت ۳۸۵ بلفظ:" أحمد بن علي الحنوطي عن علي بن عبد الله بن مبشر الواسطي بحديث موضوع.")

میزان الاعتدال کی عبارت پر حافظ ربانی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے درج ذیل تبصرہ لکھا ہے:" وهذا رجل من كبار الحفاظ وهو المعروف بالأبار سمع منه دعلج والنجاد والصفار و آخرون ممن قبلهم و بعدهم. وقال الخطيب: كان ثقة حافظًا متقنًا حسن المذهب ، وقال ابن ماكولا :الخيوطي بضم المعجمة والتحتانية أحمد بن علي بن مسلم الأبار يعرف بالخيوطي. قال إسماعيل الخطبي وغيره :مات سنة تسعين ومائتين.

والذي يظهر أن الحمل في الحديث على من دونه ولم يستحضر المصنف أنه هو. وإلا فقد ذكره في تاريخ الإسلام و عظّمه و في طبقات الحفاظ."

اور یہ آدمی کبار حفاظ (بڑے حفاظِ حدیث) میں سے ہیں اور ابار (کے لقب) سے مشہور ہیں۔ ان سے دعلج، نجاد، صفار اور ان سے پہلے اور بعد والے لوگوں نے احادیث سنیں اور خطیب نے فرمایا: آپ ثقہ حافظ متقن اچھے مذہب والے تھے۔ اور ابن ماکولا نے کہا: خیوطی خاء اور یاء کی پیش کے ساتھ ہے: احمد بن علی بن مسلم الابار خیوطی کے ساتھ مشہور ہیں۔ اسماعیل الخطبی وغیرہ نے فرمایا: آپ ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

اور مجھ (حافظ ابن حجر) پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس (موضوع) روایت میں (ان پر نہیں

بلکہ) کسی دوسرے پر جرح ہے اور مصنف (حافظ ذہبی) کو یاد نہیں رہا کہ یہ وہی ہیں، ورنہ انھوں نے تاریخ الاسلام میں اُن کا ذکر کر کے ان کی عظمتِ شان کا اعتراف کیا ہے اور (انھیں) طبقات الحفاظ میں (بھی) ذکر کیا ہے۔ (لسان المیزان ۱/ ۲۲۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۳۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام مذکور سے دو باتیں ظاہر ہیں:

**اول:** حافظ ابن حجر کے نزدیک حافظ ذہبی نے عدم استحضار (یعنی دوسری طرف خیال ہونے کی وجہ سے) یہاں احمد بن علی بن مسلم الابار پر جرح کر دی ہے، حالانکہ وہ خود دوسری جگہ ان کی تعریف کرتے ہیں۔

**دوم:** امام ابار اکابر علمائے حدیث میں ہیں اور بقولِ خطیب ثقہ و متقن راوی ہیں، لہٰذا ذہبی کی یہ جرح ابار پر نہیں بلکہ کسی دوسرے راوی پر ہے۔

اس عبارت میں اگرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام احمد بن علی الابار کا دفاع کیا ہے، لیکن نہایت ادب سے عرض ہے کہ حافظ ابن حجر کو حافظ ذہبی کا کلام سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔

احمد بن علی الخیوطی کی جس موضوع روایت کی طرف حافظ ذہبی نے اشارہ کیا ہے، اس کی سند اور متن پیشِ خدمت ہے: ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن الطیب بن ابی یعلیٰ ابن الجلابی الواسطی المالکی المعروف بابن المغازلی (ف ۴۸۳ھ) نے اپنی کتاب مناقب علی میں کہا:

"أخبرنا أبو علي عبد الكريم بن محمد بن عبد الرحمٰن الشروطي املاءً من كتابه :حدثنا القاضي أبو الفرج أحمد بن علي بن جعفر بن محمد الخيوطي :حدثنا علي بن عبد اللّٰه بن مبشر عن أبى الأشعث أحمد بن المقدام العجلي عن حماد بن زيد عن عمرو بن دينار عن جابر قال قال رسول الله ﷺ :إن ملكي علي بن أبي طالب ليفتخران على سائر الملائكة لكونهما مع علي لأنهما لم يصعدا إلى الله منه قط بشيءٍ يسخطه."

بے شک علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے دونوں فرشتے باقی تمام فرشتوں پر فخر کرتے ہیں، اس وجہ سے کہ وہ علی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے پاس کسی ایسی چیز کے ساتھ

نہیں گئے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ (ج ا ص ۱۸۲ ح ۱۶۷، المکتبۃ الشاملہ)

اس روایت کی سند میں دو ایسے راوی ہیں، جن کی توثیق یا تذکرہ مفیدہ کہیں نہیں ملا:

① عبدالکریم بن محمد الشروطی؟ ② قاضی ابوالفرج احمد بن علی بن جعفر بن محمد الخیوطی؟

اس ثانی الذکر پر حافظ ذہبی نے جرح کی ہے اور سند مذکور سے معلوم ہوا کہ اس خیوطی سے امام ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار الخیوطی الختّشی مراد لینا غلط ہے۔

**دلیل نمبر ۱:** اس خیوطی کی کنیت ابوالفرج ہے، جبکہ ابار کی کنیت ابوالعباس ہے اور کسی دلیل سے ابار کی دو کنیتوں کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔

**دلیل نمبر ۲:** اس شخص کے دادا کا نام جعفر ہے، جبکہ ابار کے دادا کا نام مسلم ہے۔

**دلیل نمبر ۳:** ذہبی کی مشار الیہ مذکور حدیث تو مناقب علی لابن المغازلی میں ابن مبشر کی سند سے موجود ہے، لیکن احمد بن علی الابار کی علی بن عبداللہ بن مبشر الواسطی سے مذکور روایت کہیں موجود نہیں بلکہ مجھے امام ابار کی ابن مبشر سے مطلق روایت کا بھی کہیں ثبوت نہیں ملا۔

**خلاصۃ التحقیق:** میزان الاعتدال اور لسان المیزان والا احمد بن علی الخیوطی دوسرا شخص ہے، جس پر حافظ ذہبی نے جرح کی ہے اور امام ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الخیوطی الابار البغدادی اس سے علیحدہ شخص ہیں، جنھیں حافظ ذہبی نے امام ربانی و متقن (ثقہ) قرار دیا ہے۔ دونوں کو ایک قرار دینا صحیح نہیں، بلکہ غلط ہے۔

**ردِ تلبیساتِ ظہور و نثار:** نثار احمد حضروی کے تربور ظہور احمد دیوبندی نے ایک صحیح سند کے بارے میں لکھا ہے: "زبیر علی زئی کا اس قول کی سند کو صحیح کہنا غلط ہے کیونکہ حافظ عقیلی کا استاذ احمد بن علی الابار جو کہ خیوطی یا حنوطی سے مشہور ہے، ایک دروغ گو راوی ہے اور اس نے ایک جھوٹی حدیث بیان کر رکھی ہے، چنانچہ حافظ ذہبیؒ، اس کو "الضعفاء" (ضعیف راویوں) میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:..." (تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۴۹۹)

حالانکہ حافظ ذہبی نے تو انھیں "الحافظ المتقن الإمام الرباني" لکھا ہے، جس کا حوالہ فقرہ نمبر ۶ کے تحت گزر چکا ہے۔

مشہور ثقہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا:

"المحدثون ثلاثة: رجل حافظ متقن، فهذا لا يختلف فيه."

محدثین تین (اقسام کے) ہیں: حافظ متقن آدمی، پس اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۴۰۶ ح ۴۲۲ وسندہ صحیح)

امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے فرمایا:

"و إذا قيل للواحد إنه ثقة أو متقن، ثبت فهو ممن يحتج بحديثه."

اور جس کسی ایک کے بارے میں ثقہ یا متقن، ثبت کہا جائے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث حجت قرار دی جاتی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۳۷، جواب الحافظ المنذری عن اسئلۃ فی الجرح والتعدیل ص ۴۹، مقدمۃ ابن الصلاح ص ۲۴۲، دوسرا نسخہ ص ۱۵۸، وغیر ذلک)

ثابت ہوا کہ متقن کا لفظ توثیق ہے، نیز ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بھی متقن کی منفرد حدیث کو بھی حجت اور صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مقدمۃ اعلاء السنن ص ۱۴۸، قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۴۳)

ظہور احمد (ننھے کوثری) نے بھی لکھا ہے: "کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں "مُتقِن" اس شخص کو کہتے ہیں جو حدیث میں ثقہ اور اس کا حافظ ہو۔" (تلامذہ... ص ۱۷۴)

امام ذہبی تو امام ابار کو اعلیٰ درجے کا ثقہ قرار دے رہے ہیں اور ظہور و نثار یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ "ایک دروغ گو راوی ہے اور اس نے ایک جھوٹی حدیث بیان کر رکھی ہے"

آلِ دیوبند کا یہی طریقہ ہے کہ سلف صالحین کے عظیم بزرگوں اور سچے راویوں کو تو جھوٹا قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اور جمہور کے نزدیک مجروح راویوں کو ثقہ وصدوق منوانے میں سرگرم ہیں۔ سلف صالحین سے بیزار اور علمائے حق کے گستاخ ان لوگوں کو کیا اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا کوئی خوف نہیں؟ کیا موت کا وقت قریب نہیں ہے؟

دیوبندیت وہ مذہب ہے جس میں درج ذیل قسم کے راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

۱: حسن بن زیاد اللؤلؤی ۲: ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی

۳: ابو مطیع البلخی ۴: احمد بن محمد بن الصلت الحمانی وغیرہم

اور درج ذیل قسم کے راویوں کو ضعیف و مجروح ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

۱: امام احمد بن علی بن مسلم الابار

۲: امام عبداللہ بن جعفر بن درستویہ

۳: امام ابوالشیخ الاصبہانی

۴: امام عبدالعزیز بن محمد الدراوردی وغیرہم رحمہم اللہ

آخر میں بطورِ خلاصہ عرض ہے کہ امام ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار البغدادی زبردست ثقہ متقن تھے، بلکہ ان کی توثیق پر محدثین کا اجماع ہے۔

**فوائد:**

۱: امام ابوالعباس احمد بن علی الابار رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رأیت بالأھواز رجلاً قد حفّ شاربه، و أظنه قد اشتری کتبًا و تعبأ للفتیا، فذکروا أصحاب الحدیث فقال: لیسوا بشيءٍ و لیس یسوون شیئًا. فقلت له: أنت لا تحسن تصلي. قال: أنا؟! قلت: نعم! ایش تحفظ عن رسول الله ﷺ إذا افتتحت [الصلوٰة] و رفعت یدیك؟ فسکت، فقلت: فایش تحفظ عن رسول الله ﷺ إذا وضعت یدیك علٰی رکبتیك؟ فسکت، قلت: ایش تحفظ عن رسول الله ﷺ إذا سجدت! فسکت. قلت: مالك لا تتکلم؟ ألم أقل [لك] انك لا تحسن تصلي؟ أنت! إنما قیل لك تصلي الغداة رکعتین والظهر أربعًا فالزم ذا خیر لك من أن تذکر أصحاب الحدیث فلستَ بشيءٍ ولا تحسن شیئًا.'' میں نے اہواز (ایک ایرانی شہر) میں ایک آدمی دیکھا، اس نے مونچھیں مونڈ رکھی تھیں اور میرا خیال ہے کہ اس نے کتابیں خرید رکھی تھیں اور فتویٰ دینے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے اصحاب الحدیث (یعنی اہل حدیث) کا تذکرہ کیا گیا تو وہ کہنے لگا: یہ کچھ چیز نہیں ہیں اور نہ کوئی چیز (اچھے طریقے سے) کر سکتے ہیں۔ تو میں نے اسے

کہا: تجھے تو اچھی طرح سے نماز پڑھنی ہی نہیں آتی۔ اس نے کہا: مجھے؟! میں نے کہا: ہاں! جب تم نماز شروع کرو اور رفع یدین کرلو تو اس وقت کے بارے میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ تو وہ خاموش رہا۔ میں نے کہا: جب تم (رکوع میں) اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لو تو اس وقت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کتنی حدیثیں تجھے یاد ہیں؟ وہ چپ رہا۔ میں نے کہا: جب تم سجدہ کرتے ہو تو اس وقت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کتنی حدیثیں تجھے یاد ہیں؟ وہ (صم بکم بنا) چپ رہا۔ میں نے کہا: تجھے کیا ہو گیا ہے، بات کیوں نہیں کرتا؟ کیا میں نے تجھے یہ نہیں کہا کہ تجھے اچھے طریقے سے نماز پڑھنا نہیں آتا؟ تم تو اس حالت میں ہو کہ اگر تمھیں بتایا جائے کہ نمازِ صبح کی دو رکعتیں ہیں اور ظہر کی چار رکعتیں ہے اور تم اس بات کو مضبوطی سے پکڑ لو تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے، نہ یہ کہ تم اصحاب الحدیث کا (بُرا) تذکرہ کرتے پھرو۔ تُو (بذاتِ خود) کچھ چیز نہیں اور نہ تو کسی چیز کو اچھے طریقے سے کرسکتا ہے۔ (الکفایہ للخطیب ۱/۵۰ ح ۵ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۴۔۵)

یہ ہے انجام اور علمی مقام اس نام نہاد جعلی فقیہ کا جو اہلِ حدیث کی گستاخیاں کرتا تھا اور اسی جعلی فقیہ کے نقوش پا پر ظہور و نثار رواں دواں ہیں۔

تنبیہ: اس صحیح واقعے سے ثابت ہوا کہ امام ابو العباس احمد بن علی بن مسلم الابار البغدادی رحمہ اللہ اہلِ حدیث میں سے تھے۔

۲: امام ابو العباس احمد بن علی الابار نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اقامتِ صلوٰۃ، زکوٰۃ ادا کرنے، نیکی کا حکم دینے اور منکر سے منع کرنے پر آپ کی بیعت کی۔ ابار نے فرمایا: پھر جب میں نے یہ خواب (امام) ابو بکر المطوعی کے سامنے ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: اگر میں یہ خواب دیکھ لیتا تو مجھے (اس کے بعد) کوئی پروا نہیں تھی کہ قتل (یعنی شہید) ہو جاتا۔ (تاریخ بغداد ۴/۳۰۶ وسندہ حسن)

**وفات:** آپ نصف شعبان بروز بدھ ۲۹۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

(/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۵/ جون ۲۰۱۲ء)

# ظہور احمد دیوبندی کا ایک بہت بڑا جھوٹ

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے، کبیرہ گناہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ صرف وہی لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں، جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ النحل:۱۰۵)

رسول اللہ ﷺ نے منافق کی ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۶۰۹۵، صحیح مسلم:۵۹/۱۰۷)

ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جس کی باچھیں چیری جارہی تھیں۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۱۳۸۶)

یہ عذاب اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ شخص جھوٹ بولتا تھا۔

دو جلیل القدر صحابیوں سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہو سکتی ہے، لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ:۸۰۔۸۱ وسندہ صحیح)

ان تمام وعیدوں کے باوجود بہت سے بدنصیب لوگ دن رات جھوٹ بولتے رہتے ہیں اور انھیں آخرت کے عذاب سے ذرا بھی ڈر نہیں لگتا۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو بتایا کہ میں نے رمضان میں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے، تو نبی ﷺ نے کوئی رد نہیں فرمایا بلکہ سکوت کیا، پس یہ سنت رضا مندی بن گئی۔ (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۳۳۶ ح ۱۸۰۱، المعجم الاوسط للطبرانی ۴/۴۴۰۔۴۴۱ ح ۳۷۴۳، مجمع الزوائد ۲/۷۴ وقال: وإسنادہ حسن)

اس حسن لذاتہ حدیث کے بارے میں نثار احمد حضروی کے چہیتے ظہور احمد دیوبندی

نے لکھا ہے: ''اس حدیث کی سند بھی وہی ہے جو سابقہ حدیث کی تھی اور اس میں بھی تینوں ضعیف راوی (عیسیٰ بن جاریہ، یعقوب قمی اور محمد بن حمید رازی) موجود ہیں، بلکہ آخر الذکر راوی کو متعدد اماموں نے کذاب اور وضاع قرار دیا ہے۔''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ طبع مئی ۲۰۱۲ء ص ۳۴۷، طبع جنوری ۲۰۰۷ء ص ۲۳۹)

اور اس سے دو صفحے پہلے ظہور احمد نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''اگرچہ صحیح ابن خزیمہ وغیرہ کتب حدیث میں اس روایت کو ابن حمید رازی کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی یعقوب قمی سے نقل کیا ہے لیکن مابعد آنے والی روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس روایت کو نقل کرنے میں محمد بن حمید الرازی متفرد ہے۔''

(رکعاتِ تراویح طبع جدید ص ۳۴۵، طبع قدیم ص ۲۳۷)

اس عبارت میں ظہور احمد نے صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ مابعد آنے والی حدیث بحوالۂ مسند ابی یعلیٰ والمعجم الاوسط للطبرانی منقول ہے اور دونوں کتابوں میں اس حدیث کی سندوں میں محمد بن حمید راوی کا نام و نشان تک نہیں۔

۱: مسند ابی یعلیٰ کی سند یہ ہے: "حدثنا عبد الأعلی : حدثنا یعقوب عن عیسی بن جاریة :حدثنا جابر بن عبد اللہ ..." (ح۱۸۰۱)

اس سند سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن جاریہ کی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے، لہٰذا اس سند پر بعض الناس کی طرف سے انقطاع کا اعتراض باطل ہے۔

۲: الاوسط للطبرانی کی سند درج ذیل ہے:

"حدثنا عثمان بن عبید اللہ الطلحي قال: حدثنا جعفر بن حمید قال: حدثنا یعقوب القمي عن عیسی بن جاریة عن جابر ..." (ح۴۷۴۳)

عبد الاعلیٰ بن حماد النرسی اور جعفر بن حمید الکوفی دونوں ثقہ و صدوق ہیں، اور ان دونوں سندوں میں محمد بن حمید الرازی موجود نہیں، لہٰذا ظہور احمد کی مذکورہ عبارتیں دروغ بے فروغ ہیں اور یاد رہے کہ جعفر بن حمید الکوفی اور محمد بن حمید الرازی دو علیحدہ علیحدہ شخص ہیں۔

ظہور وثار کے کالے جھوٹ کا قلع قمع کرنے کے بعد چار اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب بن عبداللہ القمی ضعیف نہیں، بلکہ دونوں جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۵۲۵۔۵۳۲، تعداد رکعاتِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۱۹۔۲۰)

۲: یہ بات حق ہے کہ محمد بن حمید الرازی البغدادی پر جمہور محدثین کرام نے جرح کی ہے، لہٰذا اہلِ حدیث کے نزدیک جمہور کو ہمیشہ ترجیح ہونے کی وجہ سے محمد بن حمید الرازی ضعیف و مجروح راوی ہے، لیکن آلِ دیوبند کے قافلۂ باطل میں لکھا ہوا ہے کہ ''ابن حمید ثقہ ہے''

(جلد ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۵۵)

لہٰذا آلِ دیوبند کو چاہئے کہ وہ اپنی مرضی والی روایت میں محمد بن حمید کو ثقہ کہنا اور مرضی کے خلاف روایت میں اسے ہی کذاب و مجروح کہنا چھوڑ دیں۔

یہ دوغلی اور دورُخی والی پالیسی وہ کب تک اپناتے رہیں گے؟!!

۳: آلِ دیوبند کے ظفر احمد تھانوی کا ایک اصول ہے کہ ''وکذا إذا کان الراوي مختلفًا فیہ : وثقہ بعضھم و ضعفہ بعضھم فھو حسن الحدیث''

اور اسی طرح جب راوی مختلف فیہ ہو، بعض نے اسے ثقہ کہا ہو اور بعض نے اسے ضعیف قرار دیا ہو تو وہ حسن الحدیث ہوتا ہے۔ (اعلاء السنن ۱۹/۷۲، قواعد فی علوم الحدیث ص ۴۶)

۴: چونکہ آلِ دیوبند نے بھی تسلیم کر رکھا ہے کہ آٹھ رکعات تراویح والی حدیث کو محمد بن حمید کے علاوہ دیگر راویوں نے بھی یعقوب قمی سے نقل کیا ہے، لہٰذا ان لوگوں کا عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے محمد بن حمید پر جرحیں نقل کرنا باطل و مردود ہے، نیز تلبیس بھی ہے۔

چونکہ عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب بن عبداللہ القمی دونوں مختلف فیہ راوی ہیں (اور جمہور محدثین نے بھی ان کی توثیق کر رکھی ہے) لہٰذا ظہور وثار کا مسند ابی یعلیٰ اور الاوسط للطبرانی کی حدیث مذکور پر جرح کرنا باطل ہے اور دیوبندی اصول کی رُو سے بھی یہ حدیث حسن لذاتہ یعنی حجت ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۸/ شعبان ۱۴۳۳ھ ۲۹/ جون ۲۰۱۲ء)

# آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے!

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

ایک روایت میں آیا ہے کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی ایک مجلس میں امام مالک نے قاضی ابو یوسف کی طرف دیکھا تک نہیں اور پھر قاضی صاحب نے امام صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: اے فلان! اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں باطل لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں تو وہاں آ کر مجھ سے (مسئلے) پوچھنا۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۴۱ وسندہ صحیح)

اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے نثار احمد حضروی اور آلِ دیوبند کے چہیتے ظہور احمد نے لکھا ہے: ''اس قول کی سند کو صحیح کہنا علی زئی کا دھوکا ہے، اس لیے کہ اس میں ایک راوی عبداللہ بن احمد بن شبویہ کے متعلق سوائے امام ابن حبانؒ کے کسی کی توثیق معلوم نہیں ہے، اور...'' (تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۲۰۵)

امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ثابت بن مسعود بن یزید المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) سے بہت سے ثقہ اماموں نے احادیث بیان کی ہیں اور امام دارقطنی نے فرمایا: ''وھو مشھور'' اور وہ مشہور ہیں۔ (المؤتلف والمختلف ۳/ ۱۴۱۷)

حاکم نیشاپوری، خطیب بغدادی اور سمعانی تینوں نے فرمایا: اہلِ حدیث کے اماموں میں سے ہیں۔ (مختصر تاریخ نیشاپور ا/ ۴۸ رقم ۸۹۵ شاملہ، تاریخ بغداد ۹/ ۳۷۱ ت ۴۹۴۶، الانساب ۳/ ۳۹۸)

ابن ابی حاتم نے فرمایا: ''حافظ حدیث الزھري و مالك'' آپ (امام) مالک اور (امام) زہری کی حدیثوں کے حافظ ہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۵/ ۶)

حافظ ابن الجوزی نے فرمایا: ''من أئمة الحديث الفضلاء الراسخين'' حدیث کے فاضل راسخ اماموں میں سے ہیں۔ (المنتظم ۱۲/ ۲۷۰)

ان سے امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے روایات بیان کیں۔ (مثلاً دیکھئے السنۃ: ۲۱۶)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے: "وقد تقدم أن عبداللّٰه کان لا یکتب إلا عن ثقة عند أبیه" اور یہ گزر چکا ہے کہ عبداللہ (بن احمد بن حنبل) صرف اسی (راوی) سے حدیث لکھتے تھے جو اُن کے والد (امام احمد بن حنبل) کے نزدیک ثقہ ہوتا تھا۔ (تعجیل المنفعہ ج ۱ص ۲۶۵ ترجمۃ: ابراہیم بن ابی العباس ابراہیم بن محمد)

یعنی امام احمد کے نزدیک امام ابوالحسن ابن شبویہ المروزی ثقہ تھے۔

حافظ ضیاء المقدسی نے ابن شبویہ المروزی سے اپنی مشہور کتاب: المختارۃ میں حدیث بیان کی۔ (دیکھئے المختارۃ ج ۱۰ص ۴۷ ح ۱۷۱، وسندہ صحیح)

ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات (۸/ ۳۶۶) میں ذکر کر کے فرمایا: "مستقیم الحدیث"

حافظ ذہبی نے کہا: "الحافظ" (تاریخ الاسلام ۱۹/ ۳۷۳ ت ۲۶۹)

حافظ ابو سعد الادریسی (ف ۴۰۵ھ) نے فرمایا: "کان من أفاضل الناس، ممن له الرحلة في طالب العلم" آپ افضل لوگوں میں سے تھے، ان میں سے تھے جنھوں نے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کئے۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۳۷۱)

حافظ ابن حبان، حافظ ضیاء المقدسی اور امام احمد بن حنبل کی توثیق اور حاکم نیشاپوری، ابو سعد الادریسی، خطیب بغدادی، سمعانی اور ابن الجوزی کی تعریف کے بعد بھی ظہور و نثار کا یہ کہنا کہ "سوائے ابن حبانؒ کے کسی کی توثیق معلوم نہیں ہے" بہت ہی غلط، باطل اور مردود ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدث نے بھی امام ابن شبویہ پر کوئی جرح نہیں کی، لہٰذا ظہور احمد کا یہ کہنا "اس قول کی سند کو صحیح کہنا علی زئی کا دھوکا ہے" باطل، جھوٹ اور مردود ہے۔

عجیب دیوبندی انصاف ہے کہ حسن بن زیاد جیسے کذاب اور ابن فرقد جیسے ضعیف و مجروح عند الجمہور راویوں کو ثقہ ثابت کرنے کی کوشش میں جُتے ہوئے ہیں اور امام ابوالحسن ابن شبویہ جن پر کوئی جرح نہیں اور جنھیں حافظ ضیاء مقدسی و حافظ ابن حبان وغیرہما نے ثقہ قرار دیا ہے، کو غیر صحیح الحدیث یعنی ضعیف و مجروح ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں ہیں۔!!

(۸/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۹/ جون ۲۰۱۲ء)

# سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ (جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں سے تھے اور منبر کے پاس ہوتے تھے) سے روایت ہے: "أنه صعد المنبر - يعني عليًا - فحمد الله تعالىٰ و أثنى عليه و صلّى على النبي ﷺ وقال: خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر و الثاني عمر. وقال: يجعل الله تعالىٰ الخير حيث أحب."

آپ یعنی علی (رضی اللہ عنہ) منبر پر چڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا اور فرمایا: اس اُمت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور دوسرے عمر ہیں۔ (رضی اللہ عنہما)

اور (علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: اللہ تعالیٰ جہاں پسند کرتا ہے خیر (بہتری) رکھ دیتا ہے۔

(زوائد المسند لعبد اللہ بن احمد ۱/ ۱۰۶ ح ۸۳۷ وسندہ حسن، فضائل الصحابۃ ۱/ ۳۰۶ ح ۴۱۳ وقال الشیخ وصی اللہ بن محمد عباس المکی حفظہ اللہ: "إسناده حسن")

اس روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: سیدنا ابو جحیفہ وھب بن عبد اللہ السوائی رضی اللہ عنہ / صحابی مشہور

۲: عون بن ابی جحیفہ رحمہ اللہ / ثقہ [من رجال الستۃ] (تقریب التہذیب: ۵۲۱۹)

۳: خالد بن یزید الزیات کو امام احمد اور امام ابو حاتم الرازی نے لاباُس بہ قرار دیا اور ابن شاہین نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (ص ۷۷ رقم ۳۲۰)

۴: منصور بن ابی مزاحم / ثقہ (تقریب التہذیب: ۶۹۰۷)

۵: عبد اللہ بن احمد بن حنبل / ثقہ (تقریب التہذیب: ۳۲۰۵)

اس علوی اثر سے کئی مسئلے ثابت ہیں: ① سیدنا رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا مقام ہے اور یہ دونوں تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

② خطبے میں حمد وثنا پڑھنا مسنون ہے۔ ③ خطبے میں نبی ﷺ پر درود پڑھنا چاہیے۔

Monthly AlHadith Hazro

# ھمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ "الحدیث" حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔